مجسمۂ وفا ، یہ جان رسکن کے ایک دلچسپ قصے "کنگ آف دی گولڈن رور" کا ترجمہ ہے لیکن اسقدر فصیح ہے کہ ترجمہ نہین معلوم ہوتا، جناب سید شوکت حسین صاحب راہونوی نے لڑکیون اور لڑکون کو اخلاقی تعلیم دینے کے لئے اس قسم کے رسالون کا ایک سلسلہ شروع کیا ہے، مجسمۂ وفا اس سلسلہ کا پہلا رسالہ ہے، قیمت ۳ ر

دونون رسالون کے ملنے کا پتہ محمد عبدالغفور صاحب مشرقی کتبخانہ لاہور،

مُسلم : مولانا کفایت اللہ صاحب صدر جمعیتہ علماے ہند کی سرپرستی مین اس نام کا ایک ہفتہ وار اخبار دہلی سے شائع ہوا ہے، جو صحافت کی متعدد خوبیون کا جامع ہے، اور اسلامی اور ملکی مسائل پر آزادانہ راے ظاہر کرتا ہے، قیمت سالانہ للعہ ر، ششماہی عہ ر، پتہ، کوچہ چیلان دہلی،

عبرت : مولوی اکبر شاہ خان صاحب نجیب آبادی ایک کامیاب ایڈیٹر ہین، یہ رسالہ انہی کی ایڈیٹری مین نجیب آباد سے شائع ہوتا ہے، زیر ریویو پرچہ مین احمد آباد گجرات، ایک سوال اور اسکا جواب، اشاعتِ اسلام پر ایک نظر، تمدن یورپ پر اسلام کا اثر، زردشت کا اثر ہندوستان پر، یہ اور اسی طرح کے اور تاریخی مضامین ہین جو محنت اور کاوش سے لکھے گئے ہین، قیمت صہ ر سالانہ،

کلیدِ امتحان : اسمین پرچہ جات امتحان مڈل ممالک محروسۂ حیدر آباد کے سوالات اور جوابات قرینہ کے ساتھ جمع کر دیئے گئے ہین جس سے طلبہ کو امتحان کی تیاری مین مدد مل سکتی اور جواب لکھنے کا ڈھنگ آسکتا ہے، مولوی ابوالرشید محمد عبداللہ صاحب وکیل کی یہ محنت قابل داد ہے، قیمت عہ ر حیدرآبادی، مولف سے ٹانڈیڑ دکن کے پتہ سے ملیگی،

فیضی شاعر، شیخ محمد علی صاحب میر احمدی اجمیری کی قومی اور ملکی نظمون کا مجموعہ ہے جسمین میر صاحب نے اکبر مرحوم کے ظریفانہ کلام کے تتبع کی کوشش کی ہے، لیکن بڑی کمی یہ ہے کہ اسمین اصل و نقل کا فرق معلوم ہوتا ہے، یہ نظمین مختلف قومی و ملکی معاملات پر لکھی گئی ہین اور بعض دوسری حیثیتون سے کیسقدر دلچسپ ہین، قیمت ۶ ر، پتہ کامل بک ڈپو حلقہ ۲۶ لاہور،

مجلد نہم | ماہ رجب سنہ ۱۳۴۰ھ مطابق ماہ مارچ سنہ ۱۹۲۲ء | عدد سوم

مضامین

خلافت اور ہندوستان

از سید سلیمان ندوی

معارف کا وہ تاریخی سلسلۂ مضمون جسمین ہندوستان اور خلافت راشدہ، اموبہ، عباسیہ اور عثمانیہ عہد خلافت کے ساتھ مذہبی روابط و تعلقات دکھائے گئے ہین، اور مورخین کے بیانات، سکون کے نقوش، عمارتون کے کتبات، شاہان تیموریہ کے مراسلات، شعرا کے دواوین اور حکومت برطانیہ کی سرکاری تحریرون سے یہ دکھایا گیا ہے کہ سلاطین ہند اور خلفاے اسلام مین باہم کیا تعلقات تھے اور یہ تعلقات کسقدر عمیق اور مذہبی جذبات پر مبنی تھے، لکھائی چھپائی کاغذ اعلیٰ، ۹۰ صفحہ، قیمت ۸ ر، ر

" مجلد "

شذرات

پروفیسر اڈورڈ براؤن سے زیادہ بڑا اور نامور مستشرق اسوقت کوئی انگلستان مین نہین ہے۔ پروفیسر موصوف عام مستشرقین کی طرح صرف پیشہ کے طور پر اورینٹلیسٹ نہین ہین بلکہ حقیقت مین انکو مشرقیات اور اسلامی علوم سے عموماً اور ایران سے خصوصاً ایک شغف ہی ایک عشق ہے، اُنھون نے نہ صرف علمی حیثیت سے بلکہ اپنے رتبہ سے نیچے اُترکر سیاسی حیثیت سے بھی مشرق اور ایران کی گرانبہا خدمتین انجام دی ہین،

فروری سنہ ۱۹۲۲ء مین انکی زندگی کا ساٹھوان سال بخیر وخوبی ختم ہوا، اس ساٹھوین سالگرہ کے موقع پر اُنکے شاگردون، مداحون، اور قدردانون نے اُنکو مبارکبادین بھیجین اور تہنیت نامے پیش کئے، اسلامک سوسائٹی کیمبرج نے عربی مین اور اعیان ایران نے فارسی مین مختصر ایڈریس اُنکے سامنے پیش کئے، یہ ایڈریس مارچ کے اوائل مین لندن سے ہمارے پاس اسوقت پہنچے، جب رسالہ کے تمام مضامین مرتب ہوچکے تھے، تاہم ہم اس ربط وخلوص کی ممنونیت کے اظہار کیلئے جو موصوف کو شبلی اکاڈیمی کے ساتھ ہے، ان عربی اور فارسی ایڈرسون کے بعینہ چربے "آثار علمیہ ادبیہ" کے تحت مین درج کرتے ہین اور دعا کرتے ہین کہ انکی زندگی مین یہ سالگرہ کے مواقع سیکڑون دفعہ پیش آئین۔

علی گڈھ مسلم یونیورسٹی نے شاہزادہ ولیعہد بہادر کے ورود کے موقع پر آنریری ڈگریون کی جس فیاضانہ تقسیم کا اعلان فرمایا تھا، اسکا ذکر معارف کے جنوری نمبر مین آچکا ہے، کسقدر حسرت ویاس کا مقام ہے کہ دنیا کی دوسری تمناؤن کی طرح یہ تمنا بھی پوری نہو سکی، نہ شہزادہ صاحب نے قدم رنجہ فرمایا، نہ اکابر قوم کو حضوری کی قابل رشک سعادت حاصل ہوسکی، اور نہ آنریری ڈگریون کی فیاضانہ تقسیم ہوسکی، جو دنیا کی تاریخ مین یادگار رہ جاتی، اے بسا آرزو کہ خاک شدہ - ہم بزرگان ملت کی خدمت مین اپنی دلی ہمدردی وتعزیت کا تحفہ بصد ادب پیش کرتے ہین، لیکن معلوم ہوا کہ مسلم یونیورسٹی کے ارباب حل وعقد، غالب کے فلسفہ،

ہمارا بھی تو آخر زور چلتا ہے گریبان پر!

کے پورے رازشناس نکلے، "راوی معتبر" کا بیان ہے کہ ٹھیک اسی تاریخ کو جبکہ علی گڈھ یونیورسٹی کورٹ کی یہ دلچسپ مجلس ہونے والی تھی، ان حضرات نے علی گڈھ ولکھنؤ کے وسط مین ایک مشہور اسلامی ریاست مین ایک دوسری بزم سرور ترتیب دی، اور علی گڈھ کا غم غلط کرنے کے لئے ایک شبانہ روز مخموری وسرخوشی مین بسر فرمایا!

پروفیسر جان آڈمس، اسوقت انگلستان کے ایک ممتاز ماہر فن تعلیم ہین، اس فن پر انکی متعدد تصانیف ہین اور ان کا ہر ارشاد تعلیمی حلقون مین ایک خاص وقعت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے، حال مین آپ نے معلمین واساتذہ کی ایک کانفرنس کے سامنے بیان فرمایا کہ

"ایک چہل سالہ بالغ مرد کی بہ نسبت ایک چہاردہ سالہ نابالغ لڑکے مین عقل وفہم بہت زیادہ ہوتی ہے"

اس پر بعض اخبارات ورسایل مین ایک غل مچ گیا ہے، اور پروفیسر موصوف سے ہر طرف سے دلیل وثبوت کا مطالبہ ہورہا ہے، لیکن بہت ممکن ہے کہ پروفیسر صاحب کے پاس اسکا ثبوت صرف اُن کا

ذاتی تجربہ ہو. اگر ایسا ہے تو اُنھون نے "اپنی آپ بیتی" کو کلیہ کی صورت قرار دینے مین یقیناً عجلت فرمائی۔

لندن کا روزنامہ "ڈیلی میل" اس خبر کا ذمہ دار ہے کہ کولین نامی ایک بڑا قصاب، جو اکثر اپنے چار سالہ بچہ کو سینیما (متحرک تصاویر) کا تماشہ دکہانے اپنے ہمراہ لیجایا کرتا تہا، ایک روز اپنے بچہ کے ساتھ کہیل رہا تہا کہ دفعتہً اس بچہ نے چہرا اُٹھا کر باپ کے سینہ مین یہ کہکر بھونک دیا کہ تماشا مین ایسا ہی ہوتا ہے، زخم پھیپھڑے مین لگا اور اتنا کاری تہا کہ اسپتال پہنچتے پہنچتے رُوح مفارقت کر گئی، ہندوستان مین جو اصحاب سینیما کے دلدادہ ہوتے جاتے ہین، بہتر ہوگا کہ کبھی کبھی اس قسم کی خبرین بھی سُن لیا کرین ، کہ سینیما کی یہ کوئی اتفاقی مثال نہین، اس طرح کے اور اس سے ہلکے جرائم اسکے اثر سے بار بار ہوتا رہے ہین، ہولناک مناظر اور دہشت انگیز تماشون کو دیکہکر قوت متخیلہ کا (اور خصوصاً کم عمر لڑکون کی) متاثر ہونا لازمی ہے۔

مسز ہنڈلبری نے جنوری کے رسالہ نائینٹینتھ سنچری مین ایک مضمون "مے نوشی و مرض آتشک کی لعنت" کے عنوان سے تحریر فرمایا ہے، جو اس حقیقت کی ایک تازہ شہادت ہے، کہ اہل مغرب کو اپنی عیش پرستیون کا اپنے حق مین وبال جان ہونا اب خود محسوس ہونے لگا ہے، مرض آتشک کے حدود اسقدر وسیع ہوگئے ہین کہ بقول خاتون موصوفہ بریڈفرڈ (ضلع یارک شائر) کے شفاخانۂ اطفال مین اس سال جتنے بچے داخل ہوئے ہین، اُن مین ہر تین مین ایک بچہ موروثی مرض آتشک کا شکار پایا گیا! اور جو مدارس نابینا بچون کی تعلیم کے لئے ہین، اُنکی پوری ۵۵ فی صدی آبادی کے عدم بصارت کا باعث ان کے والدین کا مریض آتشک ہونا پایا جاتا ہے! اس طرح کی خانہ بربادی شراب کے ہاتھون بھی ہو رہی ہے، ہزارہا خاندانون کو شراب نے ہمیشہ کے لئے مفلس و فاقہ مست بنا دیا ہے، اور ہزارہا گھرانون مین جنون، دیوانگی، اور امراض عصبی و دماغی کو پائدار بنا دیا ہے،

خاتون موصوفہ بعض دردناک تفصیلات واعداد و درج کرنے کے بعد اُسکا علاج یہ تجویز فرماتی ہین کہ شراب کی فروخت کو قانوناً بہت محدود کردیا جائے، اور شادی سے قبل زوجین سے اسکا حلف لے لیا جائے کہ وہ مرض آتشک سے پاک ہین، اور اگر کوئی جھوٹا حلف اُٹھالے تو اُسے سخت سزا دیجائے، ملک سویڈن مین اس قسم کا قانون عرصہ سے جاری ہے، اور بحالت اثبات جرم مجرم کو چھ ماہ قید سخت کی سزا ملتی ہے، ڈنمارک اور جدید سلطنت زیکوسلوویکیا مین بھی غالباً اس قسم کے قوانین زیر غور ہین، لیکن یورپ کی بڑی سلطنتین ابھی اس باب مین خاموش ہین، خاتون موصوفہ چاہتی ہین کہ "دول عظمیٰ" جلد اس خطرہ کی جانب توجہ کرین، اور کم از کم برطانیہ تو فوراً امتناعی و تعزیری قوانین نافذ کردے۔

یورپ کا دماغ اپنی فطری سطح بینی کے لحاظ سے مجبور ہے کہ امراض کے دفعیہ کے لئے محض سلب علامات کو کافی سمجھ لے، لیکن ظاہر ہے کہ کسی مرض کا استیصال ممکن ہی نہین، تاوقتیکہ اُسکے اصلی علل و اسباب کو نہ دُور کیا جائے، اسلام نے نہایت حکیمانہ دُور اندیشی اور انسان کی صحیح فطرت شناسی کے ساتھ امراض زہری کو مستقلاً کوئی اہمیت نہین دی، بلکہ سرے سے اس شئ کی بیخکنی کردی جو امراض خبیثہ کا باعث و سبب بن سکتی ہے، یعنی ناجائز تعلق زناشوئی، اور اس غرض کے حصول کیلئے فطرت بشری کی کمزوریون پر نظر کرکے مرد و زن دونون کے لئے متعدد سہولتین بہم پہنچادین: مثلاً تعدد ازواج کو جائز کردیا، طلاق کی اجازت دیدی، شرائط نکاح کو نہایت آسان رکھا، قس علیٰ ہذا۔ ساتھ ہی دوسری طرف زناکاری کو معصیت کبیرہ قرار دیکر اُسکی سزا اتنی سخت رکھی کہ قانون اسلامی کے نفاذ کی صورت مین مشکل ہی سے کسی کو ارتکاب جرم کی ہمت پڑسکتی ہے، ارشاد ہوتا ہے ؛-

الزَّانیۃُ والزانی فاجلدوا کلَّ واحدٍ منھما مائۃ جلدۃٍ ولا تاخذکم بھما رافۃٌ فی دین اللہ ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاخر ولیشھد عذابھما طائفۃٌ من المومنین (نور - رکوع ۱)

زناکار عورت و مرد دونون مین سے ہر ایک کو سو دُرّے مارو، اور اگر اللہ اور روز آخرت کا یقین رکھتے ہو تو خدا کے حکم کی تعمیل مین ان پر کسی طرح کا ترس نہ کھانا، اور انکی اس تعزیر کے وقت چاہئے کہ مسلمانون کا ایک گروہ (انکی رسوائی و فضیحت کے لئے بھی) موجود رہے۔

آپ آگ کے دُھوئین سے بار بار پریشان ہو رہے ہین، لیکن یہ نہین دیکھتے کہ گیلی لکڑیان بھی تو خود آپ ہی نے سُلگا رکھی ہین، اگر بغیر اس آگ کو بجھائے ہوئے آپ دھوئین کو بند کر دینا چاہتے ہین تو آپکا دماغ قطعاً اس قابل ہے کہ اُسکے ساتھ ہمدردی کیجائے۔

———— ※ ————

انگلستان مین ازدواجی زندگی کی مسرتین اسقدر عنقا ہو گئی ہین کہ اگر اتفاق سے کسی کو یہ نعمت میسر ہو جاتی ہے تو ہزارہا قلوب جذبۂ رشک سے معمور ہو جاتے ہین، چند روز ہوئے لندن مین ایک صاحب مسٹر گلیزبیر نے وفات پائی، اور اپنے وصیت نامہ مین اپنی رفیق زندگی کے متعلق لکھا کہ "وہ کامل رفیق ثابت ہوئین، اور اُن کے کسی قول یا فعل سے مجھے تمام عمر تکلیف نہین پہنچی"۔ اس وصیت نامہ کا شائع ہونا تھا کہ بیوہ مسز گلیزبیر کے نام بیشمار خطوط تہنیت موصول ہونے لگے، چنانچہ صرف ایک ہفتہ مین ۲۳۰ خطوط آئے! ان مین سے صدہا خطوط خواستگاران ازدواج کے تھے، جنھون نے اپنے اپنے فوٹو بھیجکر اس بیوہ خاتون کو پیام نکاح دیا، یہ ہے اس نظام تمدن کی برکت جسکے پرستارون کے نزدیک اسلامی مسائل طلاق و نکاح اور مشرقی عفت و شوہر پرستی، دورِ تاریکی و جہالت کی یادگارین ہین۔

———— ※ ————

صوبۂ متحدہ کی قانونی کونسل کے پچھلے اجلاس مین ایک ہندو ممبر صاحب کی جانب سے

تجویز یہ پیش ہوئی کہ صوبہ مین ایک کالج ایسا قائم کیا جائے جسمین علوم و فنون کی تعلیم انٹرمیڈیٹ اور اعلی نصاب کی صوبہ کی زبان مین دیجائے، اور رفتہ رفتہ اس کالج کو الحاقی یونیورسٹی کے مرتبہ تک پہنچایا جائے، گورنمنٹ کی جانب سے اس تجویز کی سرگرم مخالفت ہوئی، صیغۂ تعلیمات کے وزیر، سکریٹری، ڈائرکٹر، ان سب صاحبون نے مخالفانہ تقریرین کین، جنمین دلائل کی قوت سے الفاظ کا جوش زاید تھا، دوران بحث مین ایک اور ہندو ممبر صاحب نے ترمیم پیش کی کہ تحریک مین بجای کالج کے ہائی اسکول کا لفظ رکھدیا جائے، اور سردست اس کوشش کو اسکولی تعلیم تک محدود رکھا جائے۔ گورنمنٹ نے اسکی بھی مخالفت کی، لیکن کثرت رائے سے بالآخر یہ ترمیم شدہ تحریک منظور ہو گئی، سرکاری نظام تعلیم مین اس "بدعت" کے داخل ہو جانے سے وفاکیشان قدیم کو جو صدمہ و ملال ہوا ہوگا، اسکا اندازہ ہم کر سکتے ہین،

———— ※ ————

لیکن سچ یہ ہے کہ جس پارٹی کو اس معرکہ مین فتح ہوئی ہے، اُسے بھی اپنی کامیابی پر زیادہ نازان ہونے کی وجہ نہین، اسلئے کہ اول تو تحریک کالج سے متعلق تھی اور منظوری صرف ہائی اسکول کی مل سکی، دوسرے یہ کہ دلائل کی قوت، خیر سے کچھ اِدہر بھی بہت زاید نہ تھی، "عثمانیہ یونیورسٹی" اور "سررشتہ تالیف و ترجمہ" یہ الفاظ ہر مقرر کی زبان پر تھے، بارہا، ہمین کا حوالہ دیا جاتا تھا، یہانتک کہ خود گورنمنٹ بھی ان سے مرعوب ہو گئی، جیساکہ وزیر تعلیمات کی تقریر سے ظاہر ہوتا ہے، پس اگر صوبۂ متحدہ مین آج سرکاری مدارس کی زبان تعلیم، ملکی زبان ہو رہی ہے، اور کل انشاءاللہ اُسکے اثرات کالج اور یونیورسٹی تک پہیلا چاہتے ہین تو اسکی داد کی مستحق ایک بڑی حد تک دکن کی عثمانیہ یونیورسٹی ہی ہے جسکی شعاعِ فیض نے سرکار انگریزی کے علاقون کو بھی منور کرنا شروع کر دیا ہے، دنیا کے ہر نیک و بد فعل کا یہی حال ہے کہ اسکا اثر قیامت تک پہیلتا رہتا ہے، اور اُسکے فاعلِ اول کے نامۂ اعمال کو

سفید یا سیاہ کرتا رہتا ہے، انہین مواقع کے لئے کہا گیا ہے،

نیکوان رفتند و سنتہا بماند ‌ ‌ ‌ ‌ وز لئیمان ظلم و لعنتہا بماند

رگ رگ ست این آب شیرین و آب شور ‌ ‌ ‌ ‌ در خلایق می رود تا نفخ صور

نیکوان را ہست میراث از خوشاب ‌ ‌ ‌ ‌ آنچہ میراث ست اورثنا الکتاب

ابتک حکمران طبقہ کا یہ خیال تہا کہ ملکی زبانون مین اسکی صلاحیت ہی نہین کہ تعلیم علوم و فنون کا آلہ بن سکین، چنانچہ اگر آج سے کچھ پیشتر کونسل مین یہ مسئلہ چھڑا ہوتا تو یقیناً یہی جواب ملا ہوتا لیکن الحمد اللہ کہ اس موقع پر گورنمنٹ کی جانب سے یہ کہنے کی جرات کسی کو نہین ہوئی، گورنمنٹ کی جانب سے تجویز کی مخالفت مین جو دلائل پیش کئے گئے، تنقیح بخش تو ان مین سے کوئی بھی نہ تہی، تاہم بعض ایسے تھے جو اصل موضوع سے بالکل غیر متعلق تھے، مثلاً صیغہ تعلیمات کے سکریٹری صاحب کا یہ فرمانا کہ ہندوستان بھر کے تعلیم یافتہ گروہون مین رشتہ اتحاد پیدا کرنے والی انگریزی زبان ہے، یا یہ کہ سلطنت برطانی کے دوسرے حصون کی جن سے ہندوستان کو ہر وقت سابقہ رکھنا ہے، زبان انگریزی ہے، یہ دلائل اسوقت البتہ کچھ قوت رکھہ سکتے تھے، جب انگریزی زبان کو ہٹا کر ملکی زبان مین تعلیم دیے جانے کا مطالبہ ہوتا، حالانکہ اسوقت خواہش صرف اتنی ہے کہ انگریزی کے پہلو بہ پہلو ملکی زبانون مین بھی تعلیم ہوتی رہے، اور بعض دلائل ایسے تھے جو سرتاسر ناواقفیت یا غلط فہمی پر مبنی تھے، مثلاً یہ کہنا کہ "اردو اور ہندی ان دونون مین سے کون سی ملکی زبان قرار دیجائے، دونون مین سے کوئی ایک جو بھی رکہی جائیگی دوسرا فریق اسکی سخت مخالفت کریگا اور ایک ہنگامۂ فساد گرم ہو جائیگا"

گورنمنٹ اور بعض برادران وطن کی یہ اصولی غلطی مدت سے چلی آرہی ہے کہ وہ صوبہ کی دو زبانین

ایک دوسرے سے مختلف قرار دیتے ہین، مشترک زبان صرف ایک ہے جسے ہندوستانی سے موسوم کر سکتے ہین، اسکی بیسیون شاخین اور صورتین ہین، ہر ضلع کی بولی دوسرے ضلع سے مختلف ہے، ہر طبقہ کی زبان دوسرے طبقہ کی زبان سے متاثر ہے، دہقانیون کی زبان شہریون سے، شہریون کی زبان عوام سے، پڑہے لکھون کی زبان ان پڑہون سے، عالمون کی زبان غیر عالمون سے، دکانداردن اور مہاجنون کی زبان شاعرون اور ادیبون سے، یقیناً ممتاز ہے، لیکن کیا کوئی منصف مزاج شخص ان امتیازات کو مستقل مختلف زبانین قرار دیسکتا ہے؟ چاسر کی انگریزی شکسپیر کی زبان سے اور شکسپیر کی زبان کو موجودہ انگریزی سے کیا مناسبت ہے؟ بااین ہمہ ایک عام اصطلاح "انگریزی" کا اطلاق سب پر ہوتا ہے، قرآن پاک کی زبان سے موجودہ عربی مین آسمان و زمین کا فرق ہوگیا ہے، تاہم عربی وہ بھی تہی اور عربی یہ بھی ہے، سعدی و حافظ کی پاکیزہ زبان کو ایران کی موجودہ بدمذاقی نے غارت کر رکہا ہے، اسپر بھی یہ کون کہہ سکتا ہے کہ وہ فارسی تہی اور یہ کوئی جدید زبان ہے؟

انگلستان مین سنجیدہ تحریرون کی زبان اور ہے، روزمرہ اور ہے، پھر مختلف اضلاع کی بولیان بھی بسا اوقات ضلع کے باہر ناقابل فہم ہو جاتی ہین، تاہم ہر شخص ان سب بولیون کو زبان انگریزی ہی کی مختلف صورتین سمجہتا ہے، مسٹر والٹر ہیرن نے جو مع اپنی لیڈی کے تیس سال سے انگلستان سے باہر مختلف فصل خانون مین تھے، حال مین جب لندن کو مراجعت کی، تو انھون نے اور انکی لیڈی صاحبہ دونون نے ایک اسکول مین تقسیم انعام کے بھرے جلسہ مین بیان کیا کہ "اتنے عرصہ مین یہان کی زبان بالکل بدل گئی ہے، ہم لوگون کو بازار مین بات چیت کرنے اور ٹیلیفون پر گفتگو کرنے مین سخت دقت ہوتی ہے، زبان کا یہ بگاڑ نتیجہ ہے غیر قومون سے زیادہ اختلاط کا" کیا اس بنا پر یہ کہنا درست ہوگا کہ اب انگلستان مین انگریزی کے بجائے کوئی جدید زبان رائج ہو گئی ہے؟ مشہور فارسی رسالہ کاوہ

لکھتا ہے کہ جس مفہوم کو صحیح و سلیس فارسی مین یون ادا کیا جا سکتا ہے کہ

"این عبارت براے بیان اوضاعِ حالیہ و اتفاقاتے کہ رخ دادہ و میدہد وافی نیست"۔

اسی کو آج کے ایرانی اخبارات عموماً یون لکھتے ہین :-

"این فراز براے افادۂ وضعیاتِ کوران سیاست روزمرہ کہ عرض اندام کردہ بماہیت نامحدودے را دربردارد"۔

کیا اس نامفہوم عبارت کو کلیتہً فارسی کی قلمرو سے خارج کردینا جائز ہوگا؟

غرض اصلاً و منتقلاً تو صوبہ کی زبان صرف ایک ہے، البتہ امتداد زمانہ نے اُسکی دو خاص شکلین یا شاخین پیدا کردی ہین، ایک تو وہ ہے جو خارجی اثرات سے تقریباً غیر متاثر رہی اور اب تک ایک بڑی حد تک اپنی قدیم خالص و بے آمیز حالت مین ہے، اس نے اگر خارجی اثر کچھ قبول کیا ہے تو سنسکرت کا۔ اس شاخ کو عرف عام مین ہندی سے موسوم کرتے ہین، دوسری شاخ وہ ہے جو سنسکرت، عربی، فارسی، یونانی، ترکی، انگریزی اثرات سے دل کھول کر شیر و شکر ہوئی، اور تمام بیرونی اثرات کو آزادی و بے تکلفی سے قبول کیا، اسکا نام اُردو پڑگیا، اردو کی موجودہ ترکیب مین چونکہ متعدد مختلف زبانون کے عناصر شامل ہین، اور ہر زبان کسی نہ کسی خاص تمدن کی مظہر و ترجمان ہوتی ہے، اِسلئے قدرتاً اردو بمقابلہ اپنے حریف کے زیادہ متمدن، ارفع، اور ادائے خیالات و مطالب کی زیادہ صلاحیت رکھتی ہے، تاہم اگر کسی شخص یا جماعت کو ہندی ہی کے ذریعہ سے تحصیل علم مین زیادہ سہولت نظر آتی ہے تو وہ بلاتکلف ہندی اختیار کرسکتا ہے، کسی صوبہ مین دو زبانون کا ہونا اُسکی متحدہ قومیت کے بالکل منافی نہین، معارف کے کسی پچھلے نمبر مین دکھایا جاچکا ہے کہ سوئٹزرلینڈ مین ملکی کاروائیان ایک ہی وقت مین دو بلکہ تین زبانون مین ہوتی ہین،

ناظرین معارف اس خبر کو دلچسپی کے ساتھ سُنین گے کہ ایم، مہدی حسن مرحوم (افادی الاقتصادی) کے خطوط جو ان کے مختلف احباب کے نام ہین یکجا کر کے شائع کیے جارہے ہین، مرحوم ایک خاص رنگِ انشا کے مالک تھے، اُن کے مکاتیب بیحد دلچسپ ہوتے تھے، ان کا مجموعہ اردو مین اپنی نوعیت کی ایک نئی چیز ہوگا، جن اصحاب کے پاس اُن کے کچھ خطوط ہون وہ اُنکی نقل یا اصل براہِ کرم اس پتہ پر جلد ارسال فرمائین :- سید ناظر الحسن ہوش بلگرامی، افسر محکمہ آڈٹ، باتار ملاظریف رامپور اسٹیٹ،

دار المصنفین کی مجلس کارکن نے اپنے سالانہ اجلاس منعقدۂ ماہ فروری مین مہدی مرحوم کی تعزیت کی تجویز منظور کی، انکے لئے دعاے مغفرت کی، اور اُنکی جگہ پر مجلس انتظامیہ کی رکنیت پر ڈاکٹر سید محمود پی، ایچ، ڈی (بانکی پور) کو منتخب کیا،

ہم نے گذشتہ نمبر مین ناظرین سے معارف کے کچھ حقوق و فرائض کا مطالبہ کیا تھا ہم شکر گذار ہین کہ ہمارے دوستون نے ادہر توجہ کی، اور قدر دانون کی ایک معقول تعداد کا اُنھون نے اضافہ کیا، لیکن ابھی ہمکو اپنے سیکڑون دوسرے احباب کو ان کا فرض یاد دلانا ہے، ہندوستان کے علمی رسائل کی بلندی کے آپ متمنی ہین مگر آپ اگر اُسقدر فرض انجام نہین دیسکتے جسقدر یورپ کے قدردان انجام دیتے ہین، تو کم از کم ہندوستان کو مصر سے کمتر تو نہونا چاہیئے، جہان شاید ہی کسی رسالہ کی قیمت ایک پونڈ (پندرہ روپیہ) سے کم ہے، تاہم ہر ایک کی خریداری کا نمبر ہزارون سے زیادہ ہے اور خود ہندوستان مین انگریزی، گجراتی، مرہٹی، بنگالی اور ہندی کا بھی یہی حال ہے۔

مقالات

خلافتِ عثمانیہ

اور

دنیای اسلام

(۴)

اسلامی ملکون اور قومون کے لئے دشمن یورپ نے تیسری کمین گاہ بحر اسود (بلیک سی) اور بحر خزر دین (کیسپین سی) کے کنارون پر تیار کی تھی، یہ دشمن رُوس تہا جو یورپ مین قازان، ہشترخان اور کرین اور کریمیا کو چیرتا ہوا بحر اسود اور مارمرہ کی راہ سے بحر متوسط (میڈیٹرینین) مین گھسنا چاہتا تہا جہان سے وہ ارض مقدس تک اپنی فوجون کو پہنچا سکے، اور ایشیاے وسطی مین تاتاری اور ترکمانی ریاستون کو زیر و زبر کرکے وہ ایران و افغانستان کے قلب مین چلا آنا چاہتا تہا،

اسوقت دشت قفچاق و تتارستان مین جسکو اب یورپین روس کہتے ہین، بلغار، قازان، اسائیر، استراخان، یا حاجی طرخان، اور کرین اور کریمیا کی اسلامی ریاستین باقی تہین، اور ترکستان و توران کی مردم خیز اسلامی سلطنتین کاشغر، بخارا، فرغانہ، خیوا (خوارزم) داغستان، آذربائیجان، جرجستان، ارمنستان وغیرہ مین منقسم ہوکر ٹکڑے ہوگئی تہین،

اندلس کے بعد سرزمین یورپ مین دوسری سب سے پہلی اسلامی سلطنت بلغار تھی، اسکو موجودہ بلغاریا (بلگیریا) نہ سمجھئے جو نہر ڈینوب کے پاس اب بلقان کی ایک ریاست ہے، بلکہ یہ یورپین روس مین کوہ اورال اور نہر والگا کے درمیان تھی، اور کسی زمانہ مین اسکی وسعت پورے یورپین روس کو محیط تھی

اسکے شرق مین کوہستان اورال اور نہر جایق تھی، جسکو اب دریاے اورال کہتے ہین، اور مغرب مین نہر اوفا اور دریای والگا کا سنگم تہا، اور جنوب مین سراطا اور نبزاوطامبوف کے صوبے تھے، اور شمال مین بحر منجمد (Arctic ocean) تہا جسکے بعد سپٹزن درار خجیل واقع ہے، بلغارہ کے بادشاہ نے خود بخود اپنی فطری ہدایت سے اسلام قبول کیا، اسوقت بغداد کے تخت پر خلیفہ مقتدر باللہ مسند آرا تہا، شاہ بلغار نے خلیفہ کے پاس اپنے قاصد بھیجے، اور اپنے اسلام کا اعلان کیا، اور دار الخلافہ سے علما اور اہل علم و ہنر کی ایک جماعت طلب کی، چنانچہ خلیفہ نے ایک علم دلوا، اور چند علما اور اہل صنعت کو بلغارہ بھیجا، اس وفد مین احمد بن فضلان ایک اہل قلم تہا اس نے اپنا پورا سفرنامہ لکھا تہا، جسکے کچھ اجزا اب بھی ملتے ہین اور نہایت دلچسپ ہین، یہ وفد ۳۱۰ھ مین بغداد سے روانہ ہوا، شاہ بلغارہ کے مسلمان ہونے سے دربار کے تمام اکابر اور اکثر رعایا بھی مسلمان ہوگئی، اسوقت سے لیکر ۸۳۳ھ تک کسی نہ کسی صورت مین اس سلطنت کا نام و نشان ملتا ہے، اسکے بعد روسیون کا دل بادل جب اٹھا، تو پوری سلطنت کو بہالے گیا، شہر بلغار جو اس مملکت کا پایہ تخت تہا اس سرزمین مین تمدن اسلام کا زیارتگاہ اور مقبرہ ہے[1]،

یہ پہلی تاتاری یا تورانی اسلامی سلطنت تھی جو وحشی روسیون کے ہاتہ سے ۸۳۹ھ مطابق ۱۴۳۰ء مین برباد ہوئی۔ یہ خلافت عثمانیہ سے ۸۵ برس پیشتر کا واقعہ ہے، اسکے بعد ان اطراف کی دوسری اسلامی ریاستون کی باری آئی، اور آہستہ آہستہ روس نے تمام دشت قفچاق، تتارستان، ترکستان اور توران وغیرہ پر قبضہ کرلیا، اسوقت مسلمانون کی متعدد اسلامی سلطنتین دنیا مین موجود تہین، مگر کس نے ان حملہ آور روسیون کے سامنے اپنا سینہ سپر کیا، یہ صرف ٹرکی تھی جس نے ۱۵۶۸ء سے لیکر ۱۹۱۷ء تک پونے چارسو صدیان اسطرح بسر کین کہ روس کی طرف سے ایک دن کے لئے اسکی آنکھ نہ جھپکی، اور اسکے

[1] اس اسلامی قوم اور سلطنت کے حالات سے عام مسلمان بہت کم واقف ہین، اور یہ گویا تاریخ اسلام کا ایک کھویا ہوا صفحہ ہے، عنقریب اسکے حالات معارف کے ذریعہ سے آپکے سامنے ہونگے،

سپاہیون نے بحر اسود اور بحیرۂ قزوین کے سواحل پر ایک رات بھی استراحت کی نیند سو کر نہ کاٹی۔

حدیث صحیح ہے کہ آنحضرت صلعم نے دعا فرمائی کہ "بار الٰہا! میری امت کو دشمنون سے نہ ہلاک کر" یہ دعا قبول ہوئی" اور حکم ہوا کہ اُنکی تباہی خود اُنسی کے ہاتھون سے اور باہمی خانہ جنگیون سے ہوگی" ہندوستان ہو کہ اسپین، ایران ہو کہ توران، روم ہو کہ عرب، ہر ملک کی اسلامی تاریخ اُٹھا کر دیکھو تو معلوم ہوگا کہ حرف حرف یہ پیشینگوئی پوری ہوئی اور ہو رہی ہے، روس ایک معمولی وحشی قبیلہ تھا جو ایک خاص مقام پر رہتا تھا، مذہبًا عیسائی تھا، دو سو برس تک اس قبیلہ کے بڑے بڑے سرکشون اور گردن فرازون نے استراخان کے خانون کے سامنے سجدہ کے لئے سر جھکائے، مگر جب بدبختی کا زمانہ آیا تاتاری خان اور امراء و شاہزادے باہم لڑنے بھڑنے لگے، اور ایک نے دوسرے کے مقابلہ مین روس کی وحشی طاقت کی اعانت حاصل کی روس جب ایک خان پر حملہ کرتا تو اُسکا رقیب خان اُسکے ساتھ مل کر اپنی تباہی کا آپ سامان کرتا، نتیجہ یہ ہوا کہ یکے بادیگرے سب نے اپنی آزادی روسیون کے ہاتھ فروخت کر ڈالی،

اسوقت ان اطراف مین مسلمانون کی تین حکومتین تھین، کریمیا، استراخان، اور نوغائی، کریمیا مین دولت گرای خان، استراخان مین یمقورچی خان، اور نوغائی پر مرزا یوسف حکمران تھے، مگر ان مین سے ایک کا دوسرے سے میل نہ تھا،

ان مین سے کریمیا سب سے زیادہ طاقتور اور مضبوط تھا، اور اُسکا تعلق بھی ترکون سے پرانا تھا، کریمیا کا ایک مشہور بندرگاہ جسکا نام کافا تھا وہ جنوآ کی جمہوریہ کے ماتحت تھا، معلوم ہو چکا ہے کہ جنوآ اور دولت عثمانیہ سے سلسلۂ جنگ برابر جاری تھا، کریمیا کے براہ راست تعلق کا سب سے پہلا واقعہ یہ ہے کہ ۱۴۷۵ء مین عثمانیون نے کافا پر حملہ کیا اور کریمیا کے ساحل کو اپنے قبضہ مین کر لیا، اُسکے بعد کریمیا کے خان سلاطین عثمانیہ کے زیر اقتدار آ گئے گو باقاعدہ اُن کے ماتحت نہ تھے،

شاید روسیون کو ترکون کا یہ احسان یاد نہو کہ کریمیا کے خان ہمیشہ روسی قبیلہ پر حملے کیا کرتے تھے

اس اقتدار کے بعد روسیون نے سلطان سلیم فاتح مصر (۱۵۱۲ء ۔ ۱۵۱۹ء) کے پاس اپنا ایک سفیر بھیجا، اور درخواست کی کہ خوانین کریمیا کو اشارہ ہو کہ وہ آیندہ روس پر حملہ نکرین، چنانچہ سلطان نے انکی اس التجا کو پذیرا کیا، اور محمد گرای خان والی کریمیا کو ہدایت کی کہ روس سے تعرض نہ کرے، سلطان سلیم کی وفات (۱۵۱۹ء) کے بعد خان نے پھر اپنے حملے روس پر شروع کر دیئے، روس نے سلطان سلیمان کے دربار مین پھر اپنے سفیر بھیجے، اور درخواست کی کہ خان کو منع کر دیا جائے کہ وہ ان کارروائیون سے باز رہے، سلطان نے انکی یہ درخواست پھر قبول کی، خان نے یہ دیکھکر کہ سلطان کو روسیون کے ارادے اور ان اطراف کے اسلامی ممالک مین جو کچھ اس سے خطرے ہین اُن سے واقفیت نہین ہے، اس بنا پر اُس نے ایک سفیر بھیجکر سلطان کو تمام معاملات سے آگاہ کیا، لیکن ایک روسی سلمان مورخ لکھتا ہے کہ روس نے دربار سلطانی کے مشیرون کو بہت سی رشوتین دین جنھون نے خان کی تحریر کی تصدیق نہین کی اور اسلئے یہ سفیر ناکام واپس آیا۔[1]

لیکن سلطان سلیمان سے اصل حقیقت کچھ زیادہ دنون تک مخفی نہین رہی، روس کی اسلامی سلطنتین، سلطان سلیمان کی کسی حیثیت سے ماتحت نہ تھین، جو تعلق تھا وہ صرف ایک تھا کہ وہ اُسکو خادم الحرمین اور حامئ دین مبین جانتی تھین، اسلئے وہ اُنکی معنوی اطاعت اپنا فرض سمجھتی تھین، استراخان، کریمیا اور نوغائی کے درمیان مین تھا اسلئے وہ اپنے ان دونون رقیبون سے خوفزدہ رہتا تھا، اس بنا پر اُس نے چاہا کہ ان دونون کے خلاف روس سے سازباز کرے اور روس سے اطاعت کا معاہدہ کر لے، یہ سب ہو رہا تھا کہ سلطان سلیمان اعظم کو ان واقعات کی اطلاع پہنچی، اس نے خان استراخان کو ایک فرمان بھیجکر اس سے باز رکھا[2]، اور اسی کے ساتھ دولت گرائے خان کریمیا اور مرزا یوسف نوغائی کو باہم

[1] یہ تفصیل بالا تلفیق الاخبار جلد ۲ صفحہ ۶ ۸ و ۷ ۸ مین ہے، [2] تلفیق الاخبار فی تاریخ قازان والبلغار جلد ثانی صفحہ ۸ مطبوعۂ اورنبرگ،

الفت ومحبت اور اعانت ومساعدت کی تاکید کے خطوط لکھے، اسکا یہ اثر ہوا کہ ان تینون نے مل کر روس کے مقابلہ کا ارادہ کیا، اور روسی سفیر کو استراخان مین قید کردیا، روس کو یہ بہانہ حملہ کے لئے کافی تہا، بدبختی سے اسوقت ایوان روس مین ایک نوغائی سردار مرزا اسمعیل موجود تہا، اس نے شاہ روس کو اس حملہ کے لئے اور زیادہ آمادہ کردیا، اور اسکو یہ بتایا کہ استراخان کا اصلی وارث درویش خان ہے مشہور یہ ہے کہ مرزا اسماعیل خود روسی فوجون کو لیکر آیا، استراخان کا پایہ تخت سراے اسوقت بالکل خالی تہا خود خان دوسری جگہ تہا، روسیون نے نہایت بیدردی سے استراخانیون کو تہ تیغ کیا، اور پایہ تخت پر قبضہ کرکے معاہدۂ اطاعت اور اداے خراج کے وعدہ کے ساتھ درویش خان کو تخت نشین کیا، یمقورچی خان اپنے چند مصاحبین کے ساتھ ملک سے نکل گیا،

درویش خان نے تخت نشین ہوکر، خان کریمیا سے روابط بڑہاکر اتحاد پیدا کیا، بلکہ اپنے بعد خان کریمیا ہی کے لڑکے کو اپنا ولیعہد بنایا، روسی اس اتحاد کے دشمن تھے، چنانچہ ۹۶۵ھ مطابق ۱۵۵۷ء مین درویش خان پر حملہ کرکے استراخان پر قبضہ کرلیا، اور شہر سراے کو جو ان اطراف مین اسلامی تمدن کا مرکز اور بڑے بڑے علما کا مولد ومدفن تہا، بے نام ونشان کردیا، مسلمان قتل ہوئے، شہر ویران کئے گئے عمارتین ڈہائی گئین اور مسجدین کنیسہ بنائی گئین،

سلطان سلیم ثانی جو ۹۷۴ھ مطابق ۱۵۶۶ء مین تخت نشین ہوا تہا، اس نے یہ دیکھکر استراخان کی واپسی کا سامان کیا، اُس نے فوج بھیجی، اور اطراف کے مسلمانون کو جمع کیا، جنھون نے اسکا محاصرہ کیا، اور چونکہ محاذ جنگ مرکز سلطنت سے دور تہا اسلئے خان کریمیا کو لکہا کہ وہ اپنی کمک روانہ کرے، خان نے یا تو اسلئے کہ وہ نہین چاہتا تہا کہ استراخان کا دشمن مردہ ہوکر پھر زندہ ہوجائے، یا وہ اس سے ڈرا کہ سلطان کا اثر یہان نہ بڑہجائے کہ وہ ماتحت ہوکر رہ جائے، بہرحال اُسکی اصلی نیت جو کچھ ہو، اُس نے اپنے مولویون سے یہ فتوی دلایا کہ استراخان چونکہ ایسے منطقہ مین ہے جہان گرمی مین رات صرف چار گہنٹون کی ہوتی ہے

غروب کے دو گہنٹہ بعد اُسکو عشا کی نماز پڑہنا ہوگی، اور پھر ابھی سونے بھی نہ پائین گے کہ دو گہنٹے کے بعد پھر صبح کی نماز کی تیاری کرنا پڑیگی، جو نہایت مشکل اور صحت کے لئے مضر ہے، اور اگر آرام وصحت کا خیال کرین تو خدا کے سامنے ترک صلوٰۃ کے مجرم ہونگے، اسلئے ایسے ملک مین مسلمانون کا رہنا جائز نہین، اس فتوی کا اثر یہ ہوا کہ کریمیا کے مسلمانون کی طرف سے سلطانی فوج کو متوقع مدد نہ مل سکی، علاوہ ازین سردی، برفباری اور رسد کے ختم ہوجانے سے تمام فوج بیدل ہوگئی، اور روسیون نے نہایت آسانی سے اُسکو شکست دیدی،

یہ تاریخ مین ترکی وروس کی طویل سلسلہ جنگ کی پہلی کڑی ہے جسکو ترکی نے ایک دوسری اسلامی سلطنت کے خاطر اپنے سر لے لیا

استراخان کے بعد قازان کی باری آئی، قازان کے مسلمانون نے درحقیقت توقع سے بہت زیادہ مقابلہ کیا، روسیون کو کئی دفعہ کامل شکستین دین، ایک دفعہ تو پایہ تخت کی دیوارون کے نیچے سے اُنکو واپس کیا، ۹۳۱ھ مطابق ۱۵۲۳ء مین قازانیون نے اس سے بہتر کوئی تدبیر نہ دیکھی کہ وہ سلطان سلیمان کو ان حالات سے اطلاع دین، اُنھون نے مراسلہ بھیجا کہ ہم مسلمان ہین، اور آپ مسلمانون کے بادشاہ ہین، ہمکو آپ اپنی حمایت مین لے لیجئے، سلطان سلیمان نے اُنکو اپنی حمایت مین لے لیا اور اپنے سفیر متعین ماسکو کے ذریعہ سے ایوان[2] کو لکھ بھیجا کہ قازان کی طرف آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھے، کہتے ہین کہ ایوان نے سفیر مذکور کو رشوت دیکر سلطان کو یہ جواب لکھوا بھیجا کہ قازان ایک مدت سے روس کی حکومت مین داخل ہوچکا ہے، اور اب خوانین قازان کا وہان کوئی اثر نہین[3]، اور اسی کے ساتھ روس نے فوراً قازان پر حملہ کردیا، قازان کے بہت سے امرا، روس کے ساتھ جاکر مل گئے تھے، اُن مین ایک مشہور امیر شیخ علی قازانی تہا، یہ روسی فوج کا سرعسکر بنا اور اُنکو قازان کے قلعہ کے نیچے لاکر کھڑا کردیا، اصاحب گرای خان جو اسوقت (۹۳۱ھ مطابق ۱۵۲۴ء) قازان مین خان تہا، اس نے ہمت ہاردی اور یہ کہکر

[1] ہسٹورینس ہسٹری آف دی ورلڈ جلد ۲۴ کی صفحہ ۳۶۷، [2] قبیلہ روس کے بادشاہ کا لقب تہا، [3] تحفۃ الاخبار جلد ۲ صفحہ ۹۱،

وہ قازان کے قلعہ سے نکل گیا کہ مین سلطان کے پاس جاتا ہون اور وہان سے فوج لاکر روسیون کی سرکوبی کرتا ہون، قازانیون نے اسکی جگہ پر صفائی گرای خان کو اپنا بادشاہ بنایا اور قلعہ بند ہوکر اس زور وشور سے لڑے کہ دشمنون کے پاؤن اکھڑ گئے۔

روس نے اسکے بعد دوبارہ اور سہ بارہ حملہ کیا، اور ادہر کفا کے پادشاؤن کو جو سلطان سلیمان کی طرف سے حاکم تھے انکو برابر رشوتین دیتا رہا کہ سلطان کو ان حالات کی اطلاع نہ پہنچنے پائے[1]، اسپر بدقسمتی یہ کہ سنہ ۹۵۶ھ مطابق سنہ ۱۵۴۹ء مین قازان کے بادشاہ صفای گرای خان نے انتقال کیا، اور ایک بیوہ سیون بیگم اور ایک دوبرس کا بچہ اودہ میش گرای خان اپنے پیچھے چھوڑا، لوگون نے اسی چھوٹے بچہ کو تخت پر بٹھایا، اور کریمیا کے خان صاحب گرای خان کو خط لکھا کہ وہ اپنے لڑکے پولک گرای سلطان کو یہان کی خانی کے لئے بھیجدے، بدقسمتی پر بدقسمتی یہ کہ خان اپنے لڑکے سے خوش نہ تہا اسلئے خط کو سلطان سلیمان کے پاس بہجوادیا، کہ سلطان قسطنطینیہ سے دولت گرای سلطان کو قازان بھیجدے، دربار مین صاحب گرای خان کے مخالفین کا بڑا گروہ تہا، اس نے سلطان کے ذہن نشین کیا کہ اسمین صاحب گرای کی کوئی چال ہے سلطان نے اسکو باور کیا اور صاحب گرای کو معزول کرکے دولت گرای کو کریمیا کا خان بناکر بھیجا[2]۔

دولت گرای نے کریمیا پہنچکر روس کو دہمکی دی کہ خبردار قازان کی طرف نہ بڑہنا، اور سلطان سلیمان نے امرا اور خانون کو خطوط لکھے، اور خصوصاً مرزا یوسف نوغائی کو جو قازان کے کم سن خان کا نانا تہا لکہا تمام امرا روس کے مقابلہ مین متحد ہوجائین،

یامرھم بالاتفاق والاجتماع تحت رایة	اور انکو حکم دیا کہ اسلام کے جہنڈے کے نیچے سب جمع ہوجاین اور
الاسلام، وتخلیص قزان من مخلب الروسیة	قازان کو روس کے پنجہ سے چھڑائین،

[1] تلفیق الاخبار جلد ۲ صفحہ ۱۲۳ [2] صفحہ ۱۲۶ [3] ایضاً صفحہ ۱۲۷

اور نسل چنگیز سے کسی کو اتفاق آرا سے منتخب کرکے قازان کا خان بنالین[3]،" لیکن چونکہ دولت عثمانیہ کے مقابلہ مین انکو روسیون سے ہمسائگی بھی اور اُن کے تجارتی تعلقات تھے، اسلئے دین کو وہ دنیا پر ترجیح نہ دے سکے، مرزا یوسف نوغائی نے جو سلطان سلیمان کا دوست تہا اور جسکو غایت خلوص سے سلطان امیر الامراء کے لقب سے یاد کرتا تہا، اُس نے تنہا ماسکو کا سفر کیا، اور چاہا کہ صلح ومعاہدہ سے معاملہ طے ہوجائے، مگر اسمین بھی ناکامی ہوئی ایوان روس نے قازانی خیانت کار امرا کو فوجین دیکر قازان کی طرف بھیجا اور خود بھی ایک بڑی فوج لیکر روانہ ہوا اور شہر کا محاصرہ کیا، پھر خوب خوب لڑائیان ہوئین اور قازانیون نے خوب خوب داد شجاعت دی، یادگار محمد خان نوغائی کا سردار اپنے پانچسو سوار لیکر قازان کو بچانے آیا، کریمیا اور عثمانی ترکون نے مل کر روس کی توجہ اپنی طرف ملتفت کرنے کے لئے دوسری سمت مین روس پر حملہ کیا مگر انکو شکست ہوئی[1]، اور بالآخر ۹۵۹ھ مطابق ۱۵۵۲ء مین اس عظیم الشان اسلامی حکومت کا خاتمہ ہوگیا،

قوزاق جنکو ہم قزاق اور اہل یورپ "کاسک" کہتے ہین، یہ روس کے جنوبی علاقہ ڈان اور کریمیا مین رہتے ہین، یہ پہلے ایک صحرانشین اور آوارہ گرد قبائل تھے، یہ تمامتر مسلمان ہین، اور اپنا سلسلہ نسب حضرت مالک بن انس سے ملاتے ہین، مگر واقعہ یہ ہے کہ مختلف تورانی قبائل کا ایک معجون ہے ترکی لفظ قوزاق کے معنی فراری اور آوارہ گرد کے ہین، چونکہ یہ متمدن اور بانظام سلطنتون سے گہبراتے تھے اور اسلئے مرکز سلطنت سے بہاگ کر دُور نکل جاتے تھے اور لوٹ مار کرتے تھے، اسلئے انکو قوزاق کہتے تھے، اور یہ اب ان کا نام پڑگیا، یہ ہمیشہ سے آزاد رہے اور سلطنتون کے جکڑبند کو انھون نے گوارا نہ کیا مگر اب وہ زمانہ آیا جب یورپ کا احیار ہورہا تہا تو ایک طرف سے روس نے اور دوسری طرف سے پولینڈ نے انکو دبایا یہ لڑے مگر شکست کہا کر روس اور پولینڈ مین آدہے آدہے بٹ گئے

[1] تلفیق الاخبار صفحہ ۱۲۸ و ۱۲۹ و ۱۳۰،

قزاق نے اپنے نئے مالکون کے ہاتھون سے سخت تکلیفین اُٹھائین، اور بالآخر سنہ ۱۰۸۳ھ مطابق سنہ ۱۶۷۲ء مین اُنھون نے اُس آستانہ کی طرف رجوع کیا جو صدیون سے مسلمانون کا ملجا اور اسلام کا مرکز ہو گیا تھا، محمد فرید بے تاریخ دولت عثمانیہ مین اس واقعہ کو ان الفاظ مین ادا کرتے ہین،

اس زمانہ مین سلطنت عثمانیہ کی وسعت شان اسوجہ سے بہت زیادہ بڑھ گئی کہ وہ تمام قزاق جو روس کے جنوبی حصہ مین رہتے تھے، اُنھون نے خلیفہ اعظم محمد چہارم کی اطاعت خود بخود اختیار کر لی، یہ لڑکر مطیع نہین بنائے گئے بلکہ خود بخود اپنی خواہش اور ارادہ سے حامیٔ اسلام کے سایہ مین رہنا اُنھون نے قبول کیا۔[1]

خانِ قزاق قسطنطنیہ آیا، اسکو سلطان نے علم و لوا عنایت کیا اور اسکو صوبہ اوکرین کا بخت بے مقرر کیا، اور خان کریمیا کو فرمان بھیجا کہ دشمنون کے مقابلہ مین قزاق کی مدد کیجائے، یہ دیکھکر پولینڈ نے قسطنطنیہ مین اپنی اعتراضی تحریر بھیجی، احمد کوپرلی جو دولت عثمانیہ کے بہترین وزرا مین گذرا ہے اُس نے اس تحریر کا جواب حسب ذیل الفاظ مین دیا:-

قزاق جو آزاد لوگ تھے، اُنھون نے اپنے آپکو پولون کی ماتحتی مین دیدیا، لیکن یہ دیکھکر کہ وہ پولون کے ظلم و ستم کو زیادہ برداشت نہین کر سکتے، اُنھون نے اِدھر اُدھر اپنی جائے پناہ تلاش کی، اور اب وہ عثمانی علم کے نیچے ہین اور اُسکے تابع ہین، اگر مظلوم ملک کے لوگ رہائی کی تلاش مین کسی بڑے شہنشاہ کی مدد کے خواستگار ہون تو کیا یہ عقلمندی ہوگی کہ ان کے اس ملجا و ماوی تک اُن کا تعاقب کیا جائے؟ جبکہ تمام سلاطین زمانہ سے بڑھکر طاقتور اور با جاہ و جلال سلطان انکو اُن کے دشمنون سے نجات دلا رہا ہے اور مظلومون کی مدد کر رہا ہے، تو ایسی حالت مین صلح شکنی کا الزام کس فریق پر عاید ہوگا، اگر مخالفت کی آگ کے بجھانے کی خاطر باہمی سمجھوتہ کی

[1] تلفیق الاخبار صفحہ ۱۳۵،

خواہش کیجائے تو اسکو جاری رہنے دو، اور اگر اختلافات کا حل اُس تیز اور فیصلہ کن قاضی کے حوالہ کیا جائے جسکا نام تلوار ہے تو اسکا نتیجہ وہ خدا بتادیگا جس نے آسمان و زمین کو بے سہارے کھڑا کر رکھا ہے، اور جو اسلام کو ایک ہزار سال سے اُسکے دشمنون پر اپنی نصرت سے فتح دیتا رہا ہے[1]

پولون نے بھی یہی مناسب سمجھا کہ اُس "تیز اور فیصلہ کن قاضی" کے فیصلہ پر عمل کیا جائے جسکا نام "تلوار" ہے، اُنھون نے اوکرین اور کریمیا پر حملہ کی تیاری کی، ٹرکی نے چھ ہزار فوج پہلے ہی بھیجدی تھی اور اب خود سلطان محمد چہارم بذات خاص پولینڈ کے مقابلہ مین فوج لیکر نکلا، "تلوار" نامی قاضی نے یہ فیصلہ کیا کہ پول، اوکرین اور پوڈولیا دو صوبون سے دستبردار ہو جائین اور ۲۲ لاکھ کا سالانہ خراج ادا کرین، لیکن پول بہت جلد اپنے اس معاہدہ سے مکر گئے، اور دوبارہ لڑائی چھڑ گئی، پولینڈ کے ساتھ روس اور ان اطراف کے عیسائی امرا بھی مل گئے، فتح و شکست کا پلہ کبھی ادہر اور کبھی اُدہر جھکتا رہا، اور آخر سنہ ۱۶۷۶ء مین وہی فیصلہ بحال رہا جو اس سے پہلے "قاضیِ شمشیر" میدان جنگ کی عدالت مین صادر کر چکا تھا اور اوکرین بدستور سلطان کے ماتحت باقی رہا، اسکے بعد روسیون نے تنہا اس میدان مین قسمت آزمائی کی اور سالہا سال کی جنگ کے بعد سنہ ۱۶۸۱ء مین پھر وہی فیصلہ بحال رہا کہ قزاق بدستور سلطان کے ماتحت رہین،

اسکے بعد روس نے قزاق کو تلوار کے خوف کے بجائے مال و زر اور جاہ و جائداد کا طمع دلاکر سلطنت عثمانیہ کی کمزوری کے زمانہ مین اپنا کر لیا، ان کے ساتھ بڑی بڑی مراعاتین کین اور اُنکو فوج مین بھرتی کیا اور جو بعد کو روسیون کے بہترین سپاہی ثابت ہوئے، اور تمام دنیا مین اُنکے نام کی دہاک بیٹھ گئی، خدا جانے کن اسباب سے خود روسی اور اُنکے ساتھ یورپین اہل قلم بھی جنکا کام راستی اور سچائی کا اظہار ہی یہ مشہور کرتے رہے ہین کہ قزاق عیسائی ہین، اس زمانہ کے ایک مسلمان روسی مورخ نے اس

[1] مورخین کی تاریخ عالم، جلد ترکی صفحہ ۲۸۰،

واقعہ کی نسبت سخت تعجب کا اظہار کیا ہے، اور لکھا ہے کہ "قوازق مین ایک بھی غیر مسلم نہین، اگر روسی مشنری انکے عیسائی مشہور کرنے کے اتبک درپے ہے[لہ]"، یہ شاید اسلیئے تاکہ دنیا کو یہ معلوم نہو کہ روسیون کی طاقت مسلمان سپاہیون کے دم خم سے قائم ہے،

اب ان اطراف مین لے دیکر صرف ایک اسلامی سلطنت خان کریمیا کی رہ گئی، اور اس نے اخیر ۱۸۵۳ء تک ساتھ دیا، گو کہ بیچ بیچ مین اُس نے سرکشی بھی کی، ۱۸۵۳ء مین عثمان پاشا نے داغستان پر حملہ کیا، اگر گو سخت معرکون کے بعد اُسکو کامیابی ہوئی، لیکن کریمیا کے پیشانی پر یہ داغ ہے کہ اُس نے سلطان کے حکم کے باوجود عثمان پاشا کی مدد مین اپنی فوج روانہ نہ کی، لیکن اس بہادر سپہ سالار نے یہ کیا کہ داغستان سے چلکر پورے قفقاز کو عبور کرکے روسیون کے دل بادل کو چیرتا ہوا جو اُسکو راستہ مین ہر جگہ گھیر لینا چاہتے تھے، بحر اسود کے دوسرے کنارہ پر جاکر نکلا، اور کریمیا کے سامنے اپنی فوج لاکر کھڑی کردی، خان کریمیا نے مقابلہ کرنا چاہا مگر اس دینی خیانت کا معاوضہ خود اُسکے بھائی نے اُس سے لیلیا اور وہی پھر سلطان کی طرف سے کریمیا کا خان مقرر ہوا،

روسیون نے کریمیا پر حملہ ۱۷۶۹ء مین کیا، یہ جنگ کئی سال تک قائم رہی، اور بڑھتے بڑھتے یورپ اور ایشیا اور افریقہ مین ہر جگہ پھیل گئی، روسیون کی بحری طاقت بڑہی ہوئی تھی، انھون نے بحر اسود کی بندرگاہ طرابزون اور کریمیا پر حملہ کیا، جزائر یونان پر قبضہ کیا، بحر متوسط مین آکر مصر کے باغی گورنر علی پاشا کو مدد دی، بیروت پر گولہ باری کی اور قسطنطینہ پر حملہ کی تیاری کی، لیکن کریمیا کے علاوہ ہر جگہ سے تھوڑے دنون کے بعد اُنکو ہٹ جانا پڑا، ۱۷۷۳ء مین پہلی مجلس صلح مین روسیون نے یہ شرطین پیش کین کہ کریمیا کے تاتاریون سے دولت عثمانیہ قطع تعلق کرلے، حکومت عثمانیہ مین جسقدر آرتھوڈکس عیسائی ہین وہ روس کی سرپرستی مین دیئے جائین اور روس کے حاکم کو آیندہ سے بادشاہ لکھا جائے، سلطان نے یہ شرطین نامنظور کین، بالآخر ۱۷۷۴ء مین فریقین نے ان شرائط پر دستخط کئے کہ تاتار کریمیا

و بیسربیا وہان سیاسی حیثیت سے خود مختار ہونگے، لیکن مذہبی حیثیت سے وہ سلطان کے تابع رہین گے اور وہ تمام مقامات اور قلعے جن پر روسیون نے قبضہ کرلیا، وہ خان کریمیا کے سپرد کردیئے جائین، اور روسی آستانہ محلہ پیرا مین اپنا گرجا بنا سکین گے، اور تمام آرتھوڈکس، روسیون کے مذہبی اثر مین سمجھے جائین گے اور حاکم روس کو بادشاہ لکھا جائیگا، اور روسی جزائر اور گرجستان وغیرہ کے شہرون کو ٹرکی کے حوالہ کردینگے۔

کریمیا کی آخری بربادی اور سلطنت روس کے اُسپر قبضہ کی تاریخ شاید ہندوستان کے لوگون کو یاد ہو کیونکہ اس جنگ مین ہماری "اسلام دوست سرکار" نے بھی کریمیا کے مسلمانون پر رحم کھاکر انکے بچانے کے لئے اپنی ہندوستانی فوج بھیجی تھی، اور جسکی منت کے "بارگران" سے اس جنگ عظیم کے بعد بھی مسلمان "سبکدوش" نہین، کریمیا کی بربادی کا واقعہ یہ ہے کہ بیت المقدس کے عیسائی مقدس مقامات اور کنیسون کی تولیت کا فخر سلطان سلیمان کے زمانہ سے فرانس کو حاصل تھا، فرانس کیتھولک اور روس آرتھوڈکس ہے، ان دونون فرقون نے بیت المقدس کی تولیت پر اصرار کیا، روس نے اپنے فرقہ کی جنبہ داری کی، ٹرکی نے اس معاملہ کے طے کرنے کے لئے مختلف عیسائی سلطنتون کے نمایندون کا ایک کمیشن مقرر کیا۔ متعدد نشستون کے بعد اس کمیشن نے یہ فیصلہ کیا کہ بیت المقدس کے عیسائی مقدس مقامات کی تولیت بدستور فرانس کے ہاتھ مین رہے، روس نے اعلان کیا کہ اگر بیت المقدس کی تولیت فرانس کے حوالہ کیگئی تو وہ بزور شمشیر اس فیصلہ کو رد کردیگا، ٹرکی نے اس فیصلہ سے انحراف نکیا اور ایک عظیم الشان جنگ جسمین اُسکے لاکھون سپاہی مارے گئے اور کئی صوبے اسکے ہاتھ سے نکل گئے اپنے سر لی، اسی کا نام جنگ کریمیا ہے اور جسمین فرانس اور انگلستان نے روس کے مقابلہ مین ٹرکی کا ساتھ دیا، اور یہی وہ "منت عظیم" ہے جسکا ذکر بار بار اخبارات مین آجکل آیا ہے،

روس نے ایشیا اور یورپ ہسلطنت کے دونون گوشون پر اپنا پرزور حملہ شروع کردیا، ٹرکی کی

فوج کے سپرد یورپ مین عمر پاشا اور ایشیا مین عبدہ پاشا تھے، دونون نے بہادری سے روسیون کا
سامنا کیا، اور باوجود ہر قسم کے مشکلات کے اپنے کارنامون سے دنیا کو محوِ حیرت کردیا، بہرحال یہ جنگ
۱۸۵۳ء سے شروع ہوکر ۱۸۵۶ء مین ختم ہوگئی، اور اسی کے ساتھ تاتاریون کی آخری اسلامی ریاست کا
بھی خاتمہ ہوگیا۔

ترکستان اور قفقاز مین جو اسلامی ریاستین تھین دسوین صدی ہجری اور سولھوین صدی عیسوی
کے وسط مین وہ چھوٹی چھوٹی ریاستون مین منقسم ہوگئی تھین، ترکستان مین بخارا، خوقند اور خیوا کی ریاستین
تھین ہر ریاست مین حصولِ تخت کے لئے خانہ جنگیان برپا تھین، ترکستان کا ایک حصہ جو افغانستان کے
متصل تھا وہ تیموریون کے ہاتھ مین تھا، بدخشان مین ہمایون کا بھائی حاکم تھا، ماوراء النہر کی حکومت
مین جسکا دار الحکومت سمرقند تھا، عبد اللطیف خان والی توران کے مرنے سے وہان بھی خانہ جنگیان برپا
تھین، سمرقند مین خانِ مرحوم کا جانشین براق خان ہوا تھا، بلخ مین پیر محمد خان، قندز اور ترمذ مین
اُسکا چھوٹا بھائی اور بخارا مین برہان سعید خان نے اپنی اپنی خود مختاری کے علم کھڑے کئے تھے،
ان مین سے ہر ایک سلطان عثمانی کے سایہ مین پناہ ڈھونڈھتا تھا سلطان نے یہ مناسب سمجھا کہ ماوراء النہر
و توران کے اصلی جانشین براق خان کی مدد کیجائے، اس زمانہ مین فوجی تنظیم اور توپ اور بندوق کا
وجود صرف ترکی فوج مین تھا، سلطان نے ۳۰۰ ینگچری سپاہی نئے آلات سے مسلح کرکے نہایت خفیہ
اور حیلہ و بہانہ سے ایرانی صفویون کی نظر بچاکر براق خان کے پاس بھیجے، یہ چند سو سپاہی اپنی فوجی
تعلیم اور جدید آلات کے اعجاز کے باعث براق خان کے لئے رحمت ثابت ہوئے اور اُنہین کے
ذریعہ ان ملکون مین یہ اسلحہ پہیلے[1]،

شاہجہان نے اپنے زمانہ مین بخارا کو اپنی عددِ حکومت مین داخل کرنے کا ارادہ کیا اور

۱؎ ترکی امیر البحر سیدی علی نے اپنے سفرنامہ مین یہ تمام واقعات لکھے ہین،

ہندوستان سے بہت بڑی فوج روانہ کی، اس مہم کی پوری تفصیل ہندوستانی تاریخون مین موجود ہے،
والی توران نے سلطان سلیمان کے دربار مین فریاد کی، سلطان نے شاہجہان کو جو خط لکھا ہے اور
شاہجہان نے جو اسکا جواب دیا ہے وہ آج بھی اوراق مین محفوظ ہے، سلطان سلیمان نے ہر طرح
کوشش کی ہے کہ ان دونون مسلمان بادشاہون مین صلح و آشتی سے معاملات طے پاجائین[1]،

خیوا کی ریاست پر سلطان سلیمان کے زمانہ مین دوست محمد خان حاکم تھا، حاجی خان اُسکے
رقیب نے اسکو اور اُسکے بھائی عیش سلطان کو قتل کرکے خود حکمران بنگیا، یہان مسلمان باہم دست
و گریبان تھے، اور اسی کے قریب چند سال پہلے روسیون نے استرخان کی اسلامی سلطنت کو برباد
کیا تھا، روسی جب موقع پاتے تھے ادہر بڑہتے چلے آتے تھے، ترکی امیر البحر جب اسی زمانہ مین یعنی
۹۶۵ھ مطابق ۱۵۵۶ء مین ادہر سے گذر رہا تھا تو ہر جگہ اُسکو نظر آرہا تھا کہ لوگ روسیون کی آمد سے
خوف زدہ ہین، اور اُسکو راستہ مین لٹے ہوئے اور بچے کھچے مسلمان ان اطراف سے بھاگ کر آتے ہوئے
ملے تاہم روسیون نے مدت تک ادہر رُخ نہین کیا، ان اطراف مین بعض غیر مسلم تاتاری قبائل اب بھی
موجود تھے، جنکے ہاتھ سے مسلمان تکلیف اُٹھاتے تھے، اور وہ بے تکلف روسیون کے ساتھ ہوجاتے تھے،
سلطنت عثمانیہ نے سترہوین صدی کے آخر یا اٹھارہوین صدی کے شروع مین فرخ پاشا کو ان
اطراف مین اسلام کی تبلیغ اور اشاعت کے لئے بھیجا[2]،

بخارا اور خیوا کی ریاستین اُنیسوین صدی کے اواخر مین روسیون کی باجگذار ہوئین، یعنی
اسوقت جب ۱۸۸۱ء مین انگریزون نے خدیو مصر کو اور ۱۸۸۲ء فرانس نے بای تونس کو اپنا پایہ تخت بنایا،
۱۸۷۶ء مین امیر بخارا اور ۱۸۷۳ء مین امیر خیوا نے خونریز لڑائیون کے بعد روسی حمایت مین آنا گوارا کیا،
یہ وہ وقت تھا جب خلافت عثمانیہ ہر چہار طرف سے دشمنون کے زغہ مین پہنسکر بے دست و پا ہوچکی تھی

۱؎ یہ مراسلات فیاض القوانین کے قلمی نسخہ مین محفوظ ہین، ۲؎ مقدمہ پروفیسر دیبری برترجمہ مرآۃ الممالک سیدی علی امیر البحر،

تاہم اسوقت بھی اس سے جو کچھ ہو سکتا تھا وہ اس سے پہلوتہی نہین کرتی تھی، چنانچہ انیسوین صدی کے
وسط مین سلطان عبدالمجید خان نے امیر بخارا کے پاس بخاریون کو جدید فن جنگ کی تعلیم دینے کے لئے
اور وہان جدید طریق پر باقاعدہ فوج قائم کرنے کے لئے ترکی فوجی افسر اور معلمین جنگ بھیجے،[1]

ترکستان کا وہ علاقہ جسپر چین نے قبضہ کرلیا تھا یعنی **کاشغر** اتالیق غازی یعقوب خوش بیگی نے
اسی زمانہ مین چینیون کو وہان سے نکال کر اپنی سلطنت قائم کرلی تھی، سلطان نے اُسکے پاس بھی
فوجی مدد بھیجی اور فوج کی تعلیم کے لئے ترکی افسر اور معلم روانہ کئے۔[2]

روسیون نے ان علاقون پر قبضہ کرنے کے بعد مسلمانون پر جو مظالم کئے اور روسی مشنریون نے
اُن کے عیسائی بنانے کے لئے جو جابرانہ کوششین کین اُنکی تفصیل کے لئے ایک دفتر چاہیئے گر
سوال یہ ہے کہ ان مظالم کو سُن کر باسفورس کے کنارون پر بسنے والے مسلمانون کے علاوہ کسکے سینے
مین دل تڑپا؟ اور کسکی آنکھین اشکبار ہوئین؟ اور کس نے اُنکو ان ورطۂ ستم سے نکالنے کے لئے اپنے
ہاتھ پاؤن ہلائے؟ انیسوین صدی عیسوی کے اواخر کے خونریز معرکۂ روم و روس کے بعد ۱۸۷۸ء
جب برلن مین صلح کی کانفرنس بیٹھی تو ترکی سفیر نے روسی مسلمانون کے مصائب اور اُنکی بیکسی و مظلومی
کی داستان یورپ کی مجلس صلح کے سامنے پیش کی، روسی سفیر نے اسکے جواب مین روسی مسلمانون کی
طرف سے اور انکے دستخطون سے ایک محضر پیش کیا جو یا جعلی تھا یا چند منافق مسلمانون کا یہ کام تھا اور
یا جبراً مسلمانون سے لکھوایا گیا تھا، جسمین تحریر تھا کہ یہ واقعات سرتاسر غلط ہین، اور ہم شہنشاہ روس کے
زیر سایہ نہایت امن و اطمینان کے ساتھ ہین، ترکی سفیر اس محضر کو دیکھکر ندامت کے سوا اور کچھ جواب
نہ دیگا،[3] بالآخر ۱۹۱۰ء مین روسی مسلمانون کا پیمانۂ صبر لبریز ہو گیا، قازان کے علماء نے عربی مین ایک
پُر درد اور دل ہلا دینے والا فریاد نامہ لکھکر علماے حرمین کی خدمت مین بھیجا، اور لکھا کہ اسکو شیخ الاسلام

[1] مقدمۂ پروفیسر ویمبری بر ترجمہ مرآۃ الممالک سید علی امیر البحر، [2] ایضاً، [3] تلفیق الاخبار جلد ۲ صفحہ ۳۱۶،

کے ذریعہ سے امیر المومنین اور حامئی دین مبین کی پیشگاہ تک پہنچا دیجئے،
اس فریادنامہ کے آغاز اور خاتمہ مین عربی کے چند اشعار ہین جنکو سُن کر ایک مسلمان کا دل
سینہ سے باہر نکل آتا ہے:-

اسادتنا لکم شان کبیر　　بکم ممّا نحاذر نستجیر
اے ہمارے بزرگو! آپکی شان بڑی ہے　　آپکے سایہ مین ہم مصائب سے پناہ ڈھونڈتے ہین

خذوا ثار الدیانۃ وانصروھا　　لقد حامت حوالیھا النسور
اپنے دین کا انتقام لیجئے اور اسکی مدد کیجئے　　اسکے چارون طرف گدھ منڈلا رہے ہین

دُھِی بخطۃٍ فیھا صغار　　لیشیب لکر بہ الطفل الصغیر
ہم ایسے ملک مین ہین جسمین ایسی ذلتین ہین　　جنکی تکلیف سے بچے بوڑھے ہوئے جاتے ہین

تجاذبنا الاعادی باصطناع　　فینخدع المخول والفقیر
دشمن ہمکو فریب سے چارون طرف کھینچ رہا ہے جس سے محکوم اور غریب لوگ دھوکا کھا رہے ہین

ویمضغنا النصاری ای قلب　　علی ھذا ایقرّ ولا یطیر
عیسائی ہمکو چبا رہے ہین کون دل ہے　　جو اسپر ساکن رہیگا اور تڑپ نہ جائیگا،

مضی الاسلام فابک دما علیہ　　وھل یطفی الجوی الا مع الغزیر
اسلام مرگیا اب اسپر خون کے آنسو بہایئے　　اور کیا دلون کی سوزش کو آنسو بجھا سکتے ہین

فیا اسفاہ یا اسفاہ حزنا　　یکرر ما تکررت الدھور
افسوس، افسوس! اس غم سے　　جبتک زمانہ قائم ہے یہی آواز دہرائی جاتی رہیگی

نموت اذا دُھینا بالرزایا　　وھل مصغٍ الی بقرٍ تخور
یہ مصیبتین ہمپر آئی ہین تو ہم چیخ اُٹھتے ہین لیکن گر، در جانورون کی فریاد کون سُنتا ہے،

الیس لنا الیٰ النفس شھم یلاو رمع اللہ وا عُراذ تدور

کیا ہماری مدد کے لئے کوئی خوددار ہیادر نہین ؟ جو مصیبتون کے ساتھ ساتھ گھومتا رہے،

فریاد نامہ کے آخر مین اُس دردناک قصیدہ کے چند شعر تھے جو مسلمانان اندلس نے اپنی تباہی کے دنون مین مسلمانان عالم کے نام لکھا تھا،

علماے حرمین نے اس فریاد نامہ پر اپنے دستخط ثبت کرکے اور اُسکو چھپوا کر حکام اور اعیان مین تقسیم کیا اور اسکے کچھ نسخے علمائے قسطنطنیہ کے پاس بھیجد یئے، علماے قسطنطنیہ کے پاس جب یہ فریاد نامہ پہنچا تو ان مین ایک اضطراب برپا ہوگیا، جامع یلدز مین سلطان جمعہ کی نماز ادا کرتے تھے، ایک پرجوش عالم سید اسعد مدنی نے موذن کو حکم دیا کہ جمعہ کے دن رسم **سلامق** کے موقع پر یہ فریاد نامہ شیخ الاسلام کی خدمت مین پیش کیا جائے، اور خود اس فریاد نامہ کا ترکی مین ترجمہ کرکے سلطان کے حضور مین پیش کیا، سلطان نے اپنے سفیر روس کے ذریعہ سے ایک تحریر حکومت روس کو بھیجی، روس کا مسلمان مورخ لکھتا ہے کہ اس تحریر کا بہت اچھا اثر ہوا، اور مسلمانون کی تکالیف مین تخفیف ہوگئی، اگر انکو حکومت روس مین اس سے تعلیم و ترقی کے مواقع بہم پہنچے،[1]

نادر شاہ کے بعد **افغانستان** روس و انگلستان کی سیاسی شازشون کے بیچ مین گرفتار رہا، ترکستان و قازان وغیرہ مین مسلمانون کے ساتھ روس کا جو برتاؤ تھا اُسکو دیکھکر افغانستان کے لئے یہی صلاح مناسب تھی کہ وہ روس کے بجائے انگلستان کا ساتھ دیکر اپنی زندگی کو خطرہ سے بچائے، سلطان نے اپنا ایک سفیر امیر افغانستان کے پاس بھیجا، امیر عبدالرحمٰن خان تزک مین لکھتے ہین کہ چونکہ افغانستان مین سلطانی سفیر کی آمد کا یہ پہلا موقع تہا، اسلئے امیر نے یہ سمجھا کہ یہ بنا ہوا سفیر ہے، ۱۸۷۷ء مین امیر شیر علیخان نے غالباً روسیون کے اشارہ سے انگریزون کے برخلاف ایک مہم کی تیاری کی، اور سرحد پر جہاد کی پرزور

[1] تلفیق الاخبار جلد ۲ صفحہ ۳۱۰،

تبلیغ کی، اس موقع پر سلطان نے اپنا ایک سفیر بھیجا، اور امیر کو اس سے باز رکھا، امیر عبدالرحمٰن خان نے تزک مین لکھا ہے کہ یہ فرمان سلطانی نہایت موثر ہوا، اور امیر شیر علیخان نے اپنے رویہ کو بدلدیا، روس نے اس اثر کو مٹانے کے لئے اسکے سوا کوئی چارہ نہ دیکھا کہ وہ یہ باور کرائے کہ یہ سفیر سلطان کا فرستادہ نہین بلکہ جعلی ہے۔[1]

اسکے بعد جب امیر **عبدالرحمٰن** خان نے خداداد سلطنت افغانستان کے تخت پر جلوس فرمایا، اور سلطنت کے نظم و نسق کو درست کیا اور افغانستان مین ایک نئے دور کا آغاز ہوا تو ترک ہی تھے، جنھون نے امیر مرحوم کو اس کار خیر مین مدد دی، ترک افسرون اور معلمون نے آکر افغانستانی فوج کی ترتیب و تنظیم کی اُسکو جدید آلات و اسلحہ کا استعمال سکھایا اور کابل مین، مدرسہ حربیہ قائم کیا اور بحمداللہ کہ وہ سلسلہ آج بھی قائم ہے اور سب کے سامنے ہے،

قفقاز کا ذکر بیسود ہے کہ اس خطہ کا کون سا اسلامی شہر ہے کہ جسکو ترکون نے اُسوقت تک روسیون کے حوالہ نہین کیا جبتک اپنے سپاہیون کی لاشون سے اس شہر کی خندق کو پاٹ نہین دیا ہے اور اس وسیع رقبہ مین زمین کا کونسا چپہ ہی جہان عثمانی سپاہی کا خون نہین بہا ہے،

اس تمام داستان کو ختم کرکے ہمارے ناظرین اب سمجھے ہونگے کہ **خلافت عثمانیہ** نے دنیای اسلام کی خدمتگذاری کا فرض کسطرح ادا کیا، اور صدیون تک اس بار عظیم کو اس نے کیونکر اُٹھایا ؟

طلاق

عیسائی مذہب مین

از مولانا عبد السلام ندوی

عام طور پر مشہور ہے کہ عیسائی مذہب صرف حالتِ زنا مین طلاق کی اجازت دیتا ہے، یعنی عورت کو صرف اس صورت مین طلاق دیجا سکتی ہے جب وہ اس فعل شنیع کی مرتکب ہو، اسکے سوا اور تمام ناگوار حالتون مین طلاق ممنوع ہے، آج عام طور پر عیسائی دنیا کا اسی پر عمل ہے، اور یورپ اور امریکہ کی عدالتون مین اس قسم کے ہزارون مقدمات دایر ہوتے رہتے ہین، جنمین طلاق کی غرض سے عورتون پر ارتکاب فواحش کے الزام لگائے جاتے ہین، لیکن پادری انطون صالحانی نے ایک نہایت مفصل مضمون مین جو پہلے مجلۃ المشرق مین شایع ہوا تھا اور بعد کو ایک رسالہ کی صورت مین شایع ہوا یہ ثابت کیا ہے کہ عیسائی مذہب حالتِ زنا مین بھی طلاق کی اجازت نہین دیتا، صرف دنیوی اغراض نے اس غلط مسئلہ کو عیسائی دنیا مین رواج دیا ہے، ورنہ انجیل نے ہر حالت مین طلاق کو ممنوع قرار دیا ہے، وہ لکھتے ہین کہ ابتداءً یہودی مذہب مین بھی طلاق ناجائز تھی، لیکن جب یہودیون نے قساوت قلب کا اظہار کیا تو حضرت موسی علیہ السّلام نے انکو طلاق کی اجازت دی، تاہم یہودیون کے یہان طلاق کا لفظ دو معنون مین مستعمل تھا، ایک عام معنی تھے جسکے ذریعہ سے عورت سے دائمی علیحدگی اختیار کیجا سکتی تھی لیکن وہ دوسرا نکاح نہین کر سکتی تھی، اسلئے اس حالت مین پہلا نکاح قائم رہتا تھا، دوسرے خاص معنی تھے، جسکے ذریعہ سے نکاح فسخ ہو جاتا تھا، اور اس حالت مین عورت کو ایک طلاق نامہ دیا جاتا تھا جو اسکو دوسرے نکاح کا مجاز کرتا تھا، حضرت عیسی علیہ السّلام کے زمانہ تک انہی دونون صورتون پر

یہود کا عمل تھا، لیکن اُنھون نے نکاح کو ایک مقدس فرض قرار دیکر اسکو کلیسا کا ایک مخفی راز قرار دیا، اور اس رشتہ کو اسقدر مستحکم کر دیا جو کبھی ٹوٹ نہین سکتا تھا، چنانچہ اُنھون نے فرمایا:-

"جس شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دیکر دوسرا نکاح کیا، اُس نے زنا کیا، اور جس عورت نے اپنے شوہر کو طلاق دیکر دوسرے شخص سے نکاح کیا اُس نے زنا کیا، (مرقس ۱۰: ۱۲ و ۱۳)

دنیا مین جب سے عیسائی مذہب پھیلا ہے، اُسوقت سے لیکر آج انیسوین صدی تک عیسائی مذہب کے ساتھ ساتھ اس مقدس تعلیم کی بھی اشاعت ہوئی ہے، اور کیتھولک، غیر کیتھولک، لیٹن، رومی، سریانی، ارمنی اور قبطی ہر فرقہ، ہر قوم، ہر ملک، ہر شہر، ہر گاؤن، اور ہر خاندان نے جسمین عیسائی مذہب پھیلا ہے، اس تعلیم پر عمل کیا ہے، لیکن با این ہمہ یہ ایک نہایت عجیب بات ہے کہ بعض غیر کیتھولک لوگون نے زنا کی صورت کو اس عموم سے مستثنیٰ کر دیا ہے، اور انجیل کی ان آیتون

جس شخص نے زنا کے علاوہ اپنی بیوی کو طلاق دی اُس نے اُسکو زانیہ بنایا، (متی ۵: ۳۲)

جس شخص نے زنا کے علاوہ اپنی بیوی کو طلاق دی اور دوسری سے نکاح کیا اس نے زنا کیا، (متی ۱۹: ۹)

کے رو سے حالت زنا مین طلاق کو جائز قرار دیا ہے، لیکن کتاب مقدس کی جن جن آیتون مین نکاح اور طلاق کا ذکر آیا ہے، اُن کے پیش نظر کر لینے کے بعد انکی راے کی غلطی واضح ہو جاتی ہے نکاح اور طلاق کے متعلق کتاب مقدس کی آیتین حسب ذیل ہین:-

اسلئے آدمی اپنے ماں باپ کو چھوڑ کر بی بی کا ہو رہتا ہے تو وہ دونون یک قالب ہو جاتے ہین،

(تکوین ۲: ۲۴)

کہا گیا ہے کہ جس شخص نے اپنی بی بی کو طلاق دی وہ اُسکو ایک طلاقنامہ دے، لیکن مین تم سے کہتا ہون کہ جس شخص نے زنا کے علاوہ اپنی بیوی کو طلاق دی اُس نے اُسکو زانیہ بنایا، اور جس شخص نے مطلقہ عورت سے نکاح کیا اُس نے زنا کیا

(متی ۵: ۳۱-۳۲)

فریسیون اسکی آزمائش کے لئے یہ کہتے ہوئے اسکے قریب آئے کہ کیا انسان ہر سبب کی بنا پر اپنی بیوی کو طلاق دیسکتا ہے؟ اس نے یہ کہکر انکو جواب دیا کہ کیا تم نے یہ نہین پڑھا کہ جس ذات نے ابتداءً انسان کو پیدا کیا، اس نے انکو مرد اور عورت پیدا کیا، یہی وجہ ہے کہ آدمی اپنے باپ، مان کو چھوڑ کر اپنی بی بی کا ہو رہتا ہے، اسلئے وہ دونون ایک قالب ہوجاتے ہین، تو وہ اب دو نہین رہجاتے، ایک ہوجاتے ہین، اور جس چیز کو خدا نے جمع کردیا، انسان اسکو جدا نہین کرسکتا، ان لوگون نے کہا تو پھر موسیٰ نے کیون طلاق نامہ دینے کی وصیت کی، اس نے کہا، موسیٰ نے تمہارے قساوت قلب سے تم کو طلاق کی اجازت دی، ابتدا مین اسکی اجازت نہ تھی، لیکن مین تم سے کہتا ہون کہ جس شخص نے زنا کے علاوہ اپنی بی بی کو طلاق دی، اور دوسری عورت سے نکاح کیا اس نے زنا کیا، اور جس شخص نے مطلقہ عورت سے نکاح کیا اس نے زنا کیا، اب اُن کے تلامذہ نے کہا کہ اگر عورت کے ساتھ مرد کی یہی حالت ہو تو اُسکے لئے بہتر یہی ہے کہ نکاح نہ کرے، اس نے کہا بجز ان لوگون کے جنکو وہبی قوت عطا ہوئی ہے، ہر شخص اس کلام کا متحمل نہین ہوسکتا۔ (متی ۱۹: ۳-۱۲)

جو عورت کسی مرد کے نکاح مین ہے وہ جبتک مرد زندہ ہے، اسکے ساتھ متعلق ہے، لیکن جب مرد مر گیا تو وہ اس تعلق سے آزاد ہوگئی، اس بنا پر جبتک اسکا شوہر زندہ ہے، اگر اُس نے دوسرے مرد سے نکاح کیا تو وہ زانیہ کہی جائیگی، اور اگر اسکا شوہر مر گیا تو وہ مرد کے تعلق سے آزاد ہی یہانتک کہ اگر اس نے دوسرا نکاح کیا تو وہ زانیہ نہ کہی جائیگی۔ (رومیہ ۷: ۲-۳)

نکاح کرنے والون کو مین نہین بلکہ خدا یہ وصیت کرتا ہے کہ عورت اپنے شوہر کو نہ چھوڑے اور اگر اس نے اسکو چھوڑ دیا تو یا غیر منکوحہ رہے یا اپنے شوہر سے پھر مصالحت کرلے اور مرد اپنی بی بی کو نہ چھوڑے۔

(اکرنتس ۷: ۱۰ و ۱۱)

ان آیات کے پیش نظر ہوجانے کے بعد اگر ہم تھوڑی دیر کے لئے اس لفظ "علاوہ علت زنا" کے

جو انجیل متی مین مذکور ہے، قطع نظر کرلین تو تمام آیتون سے علانیہ ثابت ہوتا ہے کہ عیسائی مذہب نے عموماً تمام حالات مین طلاق کو ممنوع قرار دیا ہے، اشکال جو کچھ پیدا ہوتا ہے صرف اس لفظ سے پیدا ہوتا ہے لیکن طلاق کے جو دو معنی عام وخاص ہم نے بیان کئے ہین، اُن کے لحاظ سے یہ اشکال نہایت آسانی کے ساتھ زائل ہوجاتا ہے، کیونکہ مسیح علیہ السلام کے اس ارشاد مین کہ

جس شخص نے اپنی عورت کو زنا کی حالت کے علاوہ طلاق دی اُس نے اُسکو زانیہ بنایا۔

اور نیز اس ارشاد مین کہ

جس شخص نے زنا کی حالت کے سوا اپنی بی بی کو طلاق دی اور دوسری عورت سے نکاح کیا اُس نے زنا کیا،

قرائن سے ثابت ہوتا ہے کہ اُنھون نے طلاق کے معنی عام مراد لئے ہین، یعنی زانی اور زانیہ کے پاداش گناہ مین صرف دائمی علٰحدگی کی اجازت دی ہے، فسخ نکاح کو جائز نہین قرار دیا ہے ورنہ وہ اس حکم کے بعد یہ نہ فرماتے کہ

جس نے مطلقہ عورت سے نکاح کیا اُس نے زنا کیا، (متی ۵: ۳۲ و ۱۹: ۹)

کیونکہ اسمین مطلقہ کا لفظ ہر عورت کو خواہ زانیہ ہو یا نہ ہو شامل ہے، اسلئے اگر مطلقہ سے وہ عورت مراد ہوتی جسکا نکاح فسخ ہوچکا ہے تو وہ شخص جس نے اس سے نکاح کیا ہے زانی کیون قرار پاتا؟

دوسری بات یہ ہے کہ زنا کی حالت مین مسیح علیہ السلام نے طلاق کی تو اجازت دی ہے لیکن دوسری عورت سے نکاح کا حکم نہین دیا، جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس طلاق سے فسخ نکاح مراد نہین ہے بلکہ صرف دائمی علٰحدگی مقصود ہے، کیونکہ اگر مسیح علیہ السلام کا مقصد طلاق ہو تو اُسکے بعد کا یہ جملہ

جس شخص نے مطلقہ عورت سے نکاح کیا اُس نے زنا کیا،

بالکل اسکے منافی ہوگا، لیکن اگر طلاق سے صرف دائمی علٰحدگی مراد لی جائے تو یہ جملہ اسکی تائید کریگا، کیونکہ

طلاق کے بعد نکاح کی ممانعت سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اس طلاق سے فسخ نکاح نہین ہو
صرف دائمی علٰحدگی ہو سکتی ہے،

اسکے علاوہ مذہب موسوی مین طلاق کے بعد عورت کو ایک طلاقنامہ لکھکر دیا جاتا تھا جو
دوسرے نکاح کا مجاز قرار دیتا تھا، لیکن مسیح علیہ السّلام کے ارشادات مین طلاقنامہ کا ذکر نہین
بلکہ اسکے برخلاف دوسرے نکاح کی ممانعت کیگئی ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس طلاق سے
صرف دائمی علٰحدگی مقصود ہے،

مرقس اور لوقا کی انجیلون مین اس بارہ مین جو آیتین مذکور ہین، ان سے بھی اس خیال کی تا
ہوتی ہے، چنانچہ مرقس کی انجیل مین آیا ہے کہ ایک بار مسیح علیہ السّلام کے تلامذہ نے ان سے اسکے
متعلق استفسار کیا (مرقس ۱۰: ۱۰) جس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ خود مسیح علیہ السّلام کی زبان مبارک
اسکی واضح تفسیر کرائین، چنانچہ ان کے استفسار کے جواب مین مسیح علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا،

جس شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور دوسری عورت سے نکاح کیا، اس نے زنا کیا اور اگر
عورت نے اپنے شوہر کو چھوڑ کر دوسرے سے نکاح کیا تو اس نے زنا کیا،

مسیح علیہ السّلام کے اس ارشاد مین وہ طلاق مراد ہے جس سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے اور دوسرا
نکاح جائز ہو سکتا ہے، اس بنا پر انھون نے کلیۃً اسکی ممانعت فرمائی، زنا کی حالت کو مستثنیٰ نہین کیا اور
مرد کی طرح عورت کے لئے بھی نکاح ثانی کو حرام قرار دیا، اس بنا پر جب طلاق کے بعد کلیۃً نکاح ممنوع
قرار پایا تو اس سے علانیہ ثابت ہوا کہ دین عیسوی مین عموماً طلاق حرام ہے،

اہل کورنتس نے پولوس رسول سے نکاح کے متعلق بعض مسائل دریافت کئے تھے، انھون نے
ان کا جو جواب دیا اس سے بھی انجیل کی اس تعلیم کی تائید ہوتی ہے، انھون نے انکو لکھا
مین نہین، بلکہ خدا نکاح کرنے والون کو وصیت کرتا ہے کہ عورت اپنے مرد کو نہ چھوڑے

اور اگر چھوڑ دے تو یا بلا نکاح زندگی بسر کرے یا اپنے شوہر سے مصالحت کرے اور مرد بھی اپنی بی بی کو
(کورنتس ۷: ۱۰ و ۱۱)
نہ چھوڑے۔

انجیل متی کے مطابق معترضین نے زنا کو طلاق کی علت قرار دیا ہے، حالانکہ پولوس نے عورت کو
بلا نکاح زندگی بسر کرنے کا حکم دیا ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس حالت مین بھی عورت نکاح کی
پابند ہے، اسی فصل کی انتالیسوین آیت مین پولوس رسول کا ارشاد ہے کہ

جب تک عورت کا شوہر زندہ ہے وہ اسکی نکاح کی پابند ہے، لیکن اگر اس نے آنکھین بند کرلین
تو وہ آزاد ہے اور جس شخص سے چاہے نکاح کر سکتی ہے۔

اور اسمین انھون نے زنا یا کسی دوسری علت کو مستثنیٰ نہین قرار دیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ
مسیح علیہ السّلام نے حالت زنا مین طلاق کی جو اجازت دی ہے، اس سے پولوس نے دائمی علٰحدگی کے
معنی سمجھے ہین اور اس علٰحدگی کی طرف ان الفاظ مین اشارہ کیا ہے،

اگر عورت نے اپنے شوہر کو چھوڑ دیا ہے تو وہ بلا نکاح زندگی بسر کرے یا اپنے شوہر سے مصالحت
کرے، اور مرد بھی اپنی عورت کو نہ چھوڑے۔

کیونکہ مصالحت صرف علٰحدگی کی صورت مین ہو سکتی ہے، فسخ نکاح کے بعد مصالحت کا امکان نہین ہے
اور زنا کی حالت مین طلاق سے بھی علٰحدگی مقصود ہے،

پولوس رسول نے اہل رومیہ (۷: ۲ و ۳) کو جو خط بھیجا ہے، اسمین بھی نہایت وضاحت کے ساتھ
اسی تعلیم کا اعادہ کیا ہے، ان دلائل کے ساتھ اگر ہم انجیل متی کی ان نصوص کا جن سے فریق مخالف نے
استدلال کیا ہے غور سے مطالعہ کرین تو ان دلائل کی قوت اور بھی بڑھجاتی ہے، کیونکہ مسیح علیہ السّلام نے
اس انجیل کی پانچوین فصل مین شریعت جدیدہ (مذہب عیسوی) اور شریعت قدیمہ (مذہب موسوی) کا
ان الفاظ مین مقابلہ کیا ہے،

کہا گیا ہے کہ جو شخص اپنی بی بی کو طلاق دے وہ اُسکو ایک طلاق نامہ لکھکر دے، لیکن مین تم سے کہتا ہون کہ جو شخص حالت زنا کے علاوہ اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے وہ اسکو زانیہ بناتا ہے اور جو شخص مطلقہ عورت سے نکاح کرتا ہے وہ اُسکے ساتھ زنا کرتا ہے،

موسیٰ نے تمہارے قساوت قلب سے تم کو طلاق کی اجازت دی حالانکہ ابتدا مین اُسکی اجازت نہ تھی، لیکن مین تم سے کہتا ہون کہ جس شخص نے حالت زنا کے علاوہ اپنی بی بی کو طلاق دی اور دوسرا نکاح کیا اُس نے زنا کیا،

اور یہ دکھلایا ہے کہ اُنکی جدید شریعت نے موسیٰ کے قدیم مذہب کے اس نقصان کی تلافی کردی ہے اور نکاح کو بالکل سنت الٰہی کے مطابق کردیا ہے، لیکن اگر ہم فریق مخالف کی راے کے مطابق یہ تسلیم کرلین کہ حالت زنا مین مسیح علیہ السلام نے طلاق کی اجازت دی ہے تو متعدد وجوہ سے خود مذہب عیسوی، مذہب موسوی کے مقابل مین ناقص اور غیر مکمل قرار پائیگا، مثلاً

(۱) ایک دیانت دار عورت ایک بداخلاق شخص کے نکاح مین ہے، وہ اگر اسکو ظلماً وعدواناً طلاق دیدے تو وہ دوسرا نکاح نہین کرسکتی، اور اسکو فریق مخالف بھی تسلیم کرتا ہے، لیکن اُسکی راے کے مطابق طلاق کے بعد ایک زانیہ عورت کا پہلا نکاح فسخ ہوجاتا ہے، اور وہ دوسرا نکاح کرسکتی ہے، اور اس لحاظ سے عیسائی مذہب مین زانیہ عورت کی حالت ایک پاکباز عورت کی حالت سے بہتر ہوگی جو بالکل عدل و انصاف کے منافی ہے،

(۲) موسوی مذہب نے زانیہ عورت کی سزا طلاق کے بجاے رجم قرار دی ہے، اور اسطرح اس مذہب نے جو عیسائی مذہب سے ناقص تر ہے زنا کے میلان کو روکا ہے، لیکن اگر فریق مخالف کی راے تسلیم کرلی جائے تو عیسائی مذہب نے حالت زنا مین طلاق کی اجازت دیکر زنا کے میلان کو اور ترقی دی ہے، اور اخلاقی حیثیت سے اپنا درجہ موسوی مذہب کے مقابل مین بالکل گھٹا دیا ہے۔

(۳) موسوی مذہب مین صرف مرد کو طلاق کا اختیار دیا گیا تھا، لیکن اگر فریق مخالف کی راے تسلیم کرلی جاے تو عیسائی مذہب مین زنا کی وجہ سے عورت بھی اپنے شوہر کو طلاق دیسکتی ہے اور اس لحاظ سے عیسائی مذہب نے طلاق کو موسوی مذہب سے بھی زیادہ عام اور وسیع کردیا ہے، اور اسطرح موسوی مذہب عیسائی مذہب سے زیادہ کامل اور ترقی یافتہ قرار پاتا ہے،

(۴) ابتداے آفرینش مین کسی سبب یہانتک کہ زنا کی وجہ سے بھی رشتۂ نکاح کو نہین توڑا جاسکتا تھا، چنانچہ خود مسیح علیہ السلام نے فرمایا ہے،

موسیٰ نے تمہارے قساوت قلب سے طلاق کی اجازت دی ورنہ ابتدا مین ایسا نہ تھا،

اس بنا پر اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ مسیح علیہ السلام نے حالتِ زنا مین طلاق کی اجازت دی ہے تو یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ اُنھون نے نکاح کا اعادہ اُسکی اصلی وضع کے مطابق نہین کیا بلکہ اُسکا درجہ اُسکی قدیم حالت سے کم کردیا، مسیح علیہ السلام کے ارشاد اور پولوس رسول کی تعلیمات کے علاوہ عیسائی مذہب کے اکثر پادریون اور اکثر عالمون کی تعلیم بھی یہی ہے کہ موت کے سوا کوئی چیز رشتۂ نکاح کو نہین توڑسکتی، چنانچہ صاحب مضمون نے اکثر یونانی اور لاطینی پادریون کی تصریحات نقل کی ہین، اور اپنی راے کے مطابق اُنکی شرح کی ہے مثلاً ایک رومانی عورت نے جسکا نام فابیولا تھا زنا کی وجہ سے اپنے شوہر کو طلاق دیکر اس زمانہ کے تمدنی قانون کے مطابق دوسرا نکاح کرلیا تھا، اسکے متعلق پادری ایرونیموس نے فتوی دیا کہ اُس نے غلطی کی کیونکہ خدا نے حکم دیا ہے کہ حالت زنا کے علاوہ عورت کسی حالت مین طلاق نہین دیسکتی، لیکن اگر اس حالت مین طلاق دیدی تو اُسکو غیر منکوحہ رہنا چاہیئے، شریعت مین مرد اور عورت دونون کا حکم ایک ہے، جو شخص کسی زانیہ عورت سے نکاح کرلیتا ہے وہ اُسکے ساتھ یک قالب ہوجاتا ہے اسیطرح جو عورت کسی زانی سے نکاح کرلیتی ہے وہ اسکے ساتھ یک قالب ہوجاتی ہے، کیونکہ مسیح کی شریعت قیاصرہ کے قانون سے مختلف ہے، اور پاپیانوس کا حکم بعینہ پولوس کا حکم نہین ہے، ان لوگون نے

مردون کی باگ بالکل ڈھیلی کردی ہے، لیکن ہمارے نزدیک جو چیز عورتون کے لئے جائز نہین وہ مردون کے لئے بھی جائز نہین، اگر لوگ فابیولا کو اس بنا پر ملامت کرتے ہین کہ اس نے طلاق کے بعد دوسرا نکاح کرلیا تو مین نہایت آسانی کے ساتھ اسکی غلطی کا اعتراف کرتا ہون، کیونکہ فابیولا نے جائز سمجھکر ایسا کیا ہے، اور اسکو یہ معلوم نہ تھا کہ جب تک مرد زندہ ہے انجیل نے عورت کے لئے طلاق کو حرام قرار دیا ہے،

پادری اوغسطینوس نے نہایت تفصیل کے ساتھ اس مسئلہ پر بحث کی ہے، اور اس مسئلہ کا قطعی فیصلہ کردیا ہے، انھون نے اس مسئلہ پر جو کچھ لکھا ہے اُسکے بعض فقرے یہ ہین:-

جس عورت کو شوہر سے علٰحدگی کی حالت مین غیر منکوحہ رہنے کا حکم دیا گیا ہے اس سے علٰحدگی کی آزادی کا سلب کرنا مقصود نہین بلکہ صرف نکاح کی ممانعت مقصود ہے،

رسول کے الفاظ جو بار بار گذر چکے اور بار بار ثابت کیے جاچکے ہین وہ نہایت صحیح اور واضح ہین، کوئی عورت دوسرے شخص کی بی بی نہین ہوسکتی جبتک وہ اپنے پہلے شوہر سے جدا نہو جائے اور پہلے شوہر سے بجز حالت زنا کے اسوقت تک جدا نہین ہوسکتی جب تک وہ مر نہ جائے، لیکن اگر عورت مرتکب زنا ہو تو اسکو شوہر سے علٰحدہ کیا جاسکتا ہے، لیکن اس حالت مین پہلا نکاح قائم رہیگا، یہی وجہ ہے کہ جو شخص مطلقہ عورت سے گو اسکی طلاق زنا کی وجہ سے ہو نکاح کرتا ہے وہ زنا کا مرتکب ہوتا ہے،

پادریون اور عالمون کے علاوہ قانون ساز جماعتون نے بھی اس تعلیم کو قانونی حیثیت سے قائم رکھا چنانچہ عیسائیت کے قرون اولی مین جیرہ کی قانونی مجلس نے جو ۳۰۲ء مین منعقد ہوئی یہ دفعہ پاس کی،

اگر کوئی مومنہ عورت اپنے زانی شوہر سے علٰحدگی اختیار کرکے دوسرا نکاح کرلے تو اسکو لازمی طور پر روکنا چاہئے،

ارل کی قانونی مجلس نے جو ۳۱۴ء مین منعقد ہوئی یہ قانون پاس کیا،

جو نوجوان لوگ اپنی بی بیون کو لوث پائین ان پر دوسرا نکاح حرام ہے، مجلس کی خواہش ہے کہ جبتک انکی عورتین بقید حیات ہین گو وہ زانیہ ہون اُنکو نکاح نہ کرنے کی ترغیب دیجائے۔

اسی طرح صاحب مضمون نے نہایت کثرت سے قانونی مجلسون کے دفعات نقل کرکے اپنے دعوی کو ثابت کیا ہے، ان تصریحات کے علاوہ اخلاقی اور عقلی حیثیت سے بھی اس دعوی کی تائید ہوتی ہے، فرض کرو کہ ایک مرد اور ایک عورت مین عاشقانہ تعلقات قائم ہین، اور یہ تعلقات اسقدر بڑھ گئے ہین کہ دونون باہم نکاح پر آمادہ ہوگئے ہین، لیکن دقت یہ ہے کہ دونون کا پہلے سے نکاح ہوگیا ہے، اب اگر ہم زنا کو طلاق کی علت تسلیم کرلین تو کیا ان دونون کو اس ذریعہ سے فائدہ اٹھانے مین کوئی تامل ہوگا؟ لیکن اگر ان دونون کو یہ یقین ہوجائے کہ اس رُوسیاہی کے بعد بھی اُنکو پہلے نکاح سے چھٹکارا نہین ہوسکتا تو اُنکی آتشِ شوق بجھ جائیگی، اور دونون اپنی عصمت وعفت کا تحفظ کرینگے اور اسطرح طلاق کی عام ممانعت اخلاق اور نکاح دونون کی محافظ ہوگی۔

اسی طرح فرض کرو کہ درمیان بی بیون مین ناچاقی رہتی ہے، اب اگر انکو یہ معلوم ہوجائے کہ ایک صورت (زنا) ایسی ہے جو اُنکو اس عذاب سے نجات دلاسکتی ہے تو اُنکی باہمی دشمنی اور بھی ترقی کریگی، لیکن اگر انکو یہ معلوم ہوجائے کہ موت کے سوا کوئی چیز اُنکو اس مصیبت سے نجات نہین دلاسکتی، تو وہ تمام تکلیفون پر صبر کی عادت ڈالین گے، ان کا بغض کم ہوجائیگا اور الفت ومحبت کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی کوشش کرینگے، اسطرح طلاق کی اجازت بغض وعداوت کا سبب ہوگی اور اسکی ممانعت الفت اور محبت پیدا کریگی،

موسیو ژول سیمان نے جو کسی مذہب کا پابند نہ تھا اپنی کتاب حریت مدنیۃ مین کسقدر سچ لکھا ہے۔

تم لوگون نے ایک ایسا طریقہ قائم کیا ہے جو ناجائز محبت کو جائز بلکہ شرعی بناتا ہے، اور یہ طریقہ طلاق کا ہے، کیا تم کو یہ نظر نہین آتا کہ ایک شخص جسکا نکاح ہوچکا ہے، طلاق کی امید پر اپنے نوزائیدہ

عشق کی آگ کو بجھا نہین سکتا، لیکن اگر نکاح ثانی کی آزادی قائم نہ رہے تو اسکی مقصد برارئی نہایت دشوار ہوجائیگی۔

ان دلائل کے بعد اگرچہ یہ یقینی طور پر ثابت ہوجاتا ہے کہ عیسائی مذہب مین طلاق کی عام ممانعت ہے، تاہم اسی کے ساتھ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسے یقینی مسئلہ کے متعلق تمام عیسائی دنیا کیونکر ایک عام غلط فہمی مین مبتلا ہوگئی ؟ اور غیر کیتھولک لوگون نے کیونکر حالت زنا مین طلاق کو جائز کرلیا، لیکن اسی مسئلہ کی تخصیص نہین، اکثر شرعی مسائل کا یہ حال ہے کہ جب وہ جذبات انسانی کے موافق یا مخالف ہوتے ہین تو ان مین اس قسم کے تغیرات ہوجاتے ہین، نکاح اور طلاق کا مسئلہ جذبات انسانی کی سب سے بڑی جولانگاہ تھا، اسلئے دنیوی اغراض نے اس مسئلہ کی اصلی صورت مسخ کردی، اسکے ساتھ خوش قسمتی کی انجیل مین اس قسم کی آیتین موجود ہین جنکو اگر دوسری انجیلون کی آیتون سے الگ کرلیا جائے اور علماء نے جو تعلیم دی ہے، اور پادریون نے انکی جو تفسیرین کی ہین انکو پیش نظر نہ رکھا جائے تو وہ اس مقصد کے لئے دلیل کا کام دیسکتی ہین، اس بنا پر اس غلطی نے اور بھی وسعت حاصل کرلی،

تغیر و تحریف کے ان اسباب کے ساتھ جس وقت سلاطین روم نے عیسائی مذہب قبول کیا اس وقت بت پرست قومین نہایت کثرت سے ان کے ملک مین موجود تھین، جنکا مذہب اکثر حالات مین طلاق کی اجازت دیتا تھا، چونکہ عام قاعدہ یہ ہے کہ کسی قوم کے رسم و رواج مین دفعۃً تبدیلی نہین پیدا کی جاسکتی، اسلئے ان سلاطین نے ان قومون کے ان شرعی معاملات مین جو انجیل کے مخالف تھے نہایت تدریجی طور پر دست اندازی کی، بالخصوص طلاق و نکاح کے معاملہ مین تو اور بھی احتیاط مدنظر رکھی، اسلئے طلاق کے متعلق یہ بت پرستانہ رسم قائم رہ گئی، اور تقرب شاہی کی بنا پر بعض پادریون نے بھی سہل نگاری سے کام لیکر اسکو اور مستحکم کردیا، لیکن باین ہمہ اگرچہ یہ رسم عیسائی ممالک مین جاری ہوگئی، تاہم اسکو قانونی درجہ کبھی حاصل نہین ہوا، چنانچہ ہانسل جو ایک مشہور پروٹسٹنٹ

قانون دان ہے، لکھتا ہے:-

کنیسہ انگلیکانہ نے میان بی بی کے ایک ساتھ نہ کھانے اور سونے کے سوا دوسرے قسم کے طلاق کو منظور نہین کیا اور دوسرے نکاح کو صراحۃً حرام قرار دیا،

اس مذہبی اور تاریخی سوال کے علاوہ ایک اخلاقی اور معاشرتی سوال اور بھی پیدا ہوتا ہے فرض کرو کہ زید نے عنفوان شباب مین ایک نوجوان عورت سے شادی کی، اور اس عورت کو نکاح کے بعد دوسرے شخص سے ناجائز محبت ہوگئی، یا ایک شریف عورت نے ایک نوجوان سے نکاح کیا جس نے اس سے منافقانہ محبت کا اظہار کیا، حالانکہ درحقیقت اسکو اس سے محبت نہ تھی، بلکہ اس نے عورت کی مال و دولت کی طمع سے ایسا کیا تھا، چنانچہ جب وہ عورت کے مال و متاع پر قابض ہوچکا تو اس نے اس سے عملاً علیحدگی اختیار کرلی، تو کیا عدل و انصاف کا یہ اقتضاء ہے کہ اس ناگوار حالت مین یہ دونون مرد اور عورت ہمیشہ کے لئے ناگوار زندگی بسر کرلینے کا فیصلہ کرلین ؟ کیا اس حالت مین دونون کے دل مین ناجائز خواہشین نہ پیدا ہونگی ؟ اور اگر ہونگی تو کیا یہ مناسب نہین ہے کہ شریعت انکو طلاق کا اختیار دیدے تاکہ وہ دوسرا نکاح کرکے جائز طور پر اپنی خواہشین پوری کرسکین ؟

یہ سوال بے شبہہ نہایت واضح اور قوی ہے، لیکن اسکے جواب سے پہلے ہمکو یہ بتا دینا چاہیئے کہ نکاح کا معاملہ نہایت اہم ہے، اسلئے انسان کو اس معاملہ مین سب سے زیادہ غور و فکر، بحث و تحقیق اور جانچ پڑتال کرلینی چاہیئے، اگر اس قسم کے ناگوار واقعات میان بی بی کی سہل انگاری، بے پروائی اور بدتدبیری سے پیش آئے ہین، تو اسمین شریعت کا کیا قصور ہے ؟ یہ خود انسان کی غلطی ہے اور اسکو اپنی غلطی کا خمیازہ اٹھانا چاہیئے، البتہ بہت سے لوگ ایسے بھی ہین جو کافی غور و فکر اور حزم و احتیاط کے بعد نکاح کرتے ہین، اور باین ہمہ انکو بعض اوقات اس قسم کے ناگوار واقعات سے دوچار ہونا پڑتا ہے

اس سوال کا اصلی تعلق انہی لوگون کے ساتھ ہے، اور درحقیقت انکی یہ مصیبت ہمدردی کی مستحق ہے لیکن بااین ہمہ یہ ایک خاص مصیبت ہے، اور عام نقصان کے مقابل مین خاص خاص اشخاص کے نقصانات قابل لحاظ نہین ہوتے، صرف شریعت ہی کی تخصیص نہین بلکہ عام تمدنی قانون مین بھی اس اصول کا لحاظ رکھا جاتا ہے، مثلاً حکومت عام فائدہ کے لئے جب کوئی قانون نافذ کرتی ہے اور اس سے خاص خاص اشخاص کو نقصان پہنچتا ہے تو نفع عام کے لئے وہ لوگ مجبوراً اس نقصان کو نہایت صبر و استقلال سے برداشت کرتے ہین، مسئلہ طلاق کا بھی یہی حال ہے، اگر حالت زنا مین طلاق کی اجازت دیدی جائے تو سیکڑون مرد و عورت ناجائز عاشقانہ تعلقات کی بنا پر اس سے فائدہ اٹھائین گے، جسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ اخلاقی اور معاشرتی نظام کا شیرازہ دفعتہً برہم ہوجائیگا، آج ولایات متحدہ امریکہ کے پریسیڈنٹ کو طلاق کی کثرت نے سخت پریشان کر رکھا ہے، اور اسکے اثر سے نسل انسانی مین کمی ہورہی ہے، وہ اسکے روکنے کی تدبیرین کر رہے ہین، لیکن انجیل مقدس نے جو حکم دیدیا ہے اسکے سوا کوئی تدبیر نہین ہے، اس بنا پر اگر اس قسم کے ناگوار واقعات پیش آئین تو ان مین اس دائمی علحدگی کے سوا جسکا انجیل نے حکم دیا ہے اور کوئی علاج نہین، خود تمدنی قانون کے رو سے سپاہیون کو نکاح سے روکا جاتا ہے، یا ان کو بی بیون سے جدا کرکے لڑائی مین بھیجدیا جاتا ہے، ایک مجرم بھی حالت قید مین اپنی بی بی سے علحدہ رہتا ہے، اور ان حالتون مین قانون پر کوئی اعتراض نہین کیا جاتا، اسی طرح اگر شریعت نے نفع عام کے لئے ایک حکم دیا ہے، اور بعض لوگون کو اس سے نقصانات پہنچتے ہین تو شریعت پر کوئی اعتراض وارد نہین ہوسکتا،

پادری موصوف نے اس مسئلہ پر جو مضمون لکھا ہے، یہ اسکا خلاصہ ہے، لیکن درحقیقت یہ جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہورہا ہے وہ خود عیسائی مذہب کی غیر معتدل تعلیم کا نتیجہ ہے، نکاح کلیسا کا ایک مقدس رسم بھی، لیکن بااین ہمہ زن و شو کی اجتماعی زندگی مین بہت سے تلخ و ناگوار واقعات ایسے پیش آتے ہین جنمین

طلاق ایک ناگزیر چیز ہوجاتی ہے، لیکن عیسائی مذہب مین طلاق کلیتہً ناجائز تھی، اسلئے بعض فرقون نے انجیل کی مبہم آیتون کا سہارا ڈھونڈھکر ان ناگوار حالات مین صرف زنا کی حالت مین طلاق کی اجازت دی، لیکن جب یہ دروازہ کھل گیا تو جدید تمدن نے اسکو اور وسیع کردیا، اور چونکہ ہر قسم کے ناگوار معاشرتی واقعات کی صورت مین صرف یہی ایک الزام عیسائیون مین جواز طلاق کی قانونی اور شرعی صورت تھی، اس لئے عدالتون مین اس کثرت سے اس شرمناک طلاق کے متعلق مقدمات دائر ہوئے کہ تمام عیسائی دنیا کی گردنین جھک گئین، اور مدبران ملک تک اس حالت سے گھبرا گئے، پادری موصوف نے اس مضمون کے ذریعہ سے انہی شرمناک مقدمات کا سدباب کرنا چاہا ہے، لیکن واقعات ثابت کررہے ہین کہ انکی یہ کوشش ناکامیاب رہی ہے، اور درحقیقت جو تعلیم تمدن و معاشرت کے خلاف ہو وہ کبھی کامیاب نہین ہوسکتی،

حقیقت یہ ہے کہ طلاق اس فساد معاشرت کا علاج ہے جسکے روک تھام کے لئے انسان کے ہاتھ مین کوئی دوسری تدبیر نہین، سوال یہ ہے کہ اگر عیسائی طلاق کا صرف یہی مفہوم ہے کہ بیوی کی بے وفائی کی حالت مین زن و شو مین دائمی تفریق کردیجائے. اور بطور سزا کے ان مین سے کسی کو دوسرے نکاح کی اجازت نہ دیجائے تو ایسی حالت مین پہلے تو یہ بتانا چاہیئے کہ مرد کو کس جرم کی پاداش مین یہ سزا ملتی ہے، اور دوسرے یہ کہ عورت کی جس اخلاقی بے وفائی کو روکنے کے لئے آئندہ نکاح کی ممانعت کے ساتھ زن و شو کی دائمی مفارقت کی تدبیر اختیار کیگئی ہے آیا اس سے اس بد اخلاقی کا انسداد ہوگا، یا اس سے بھی زیادہ انسانی سوسائٹی کی بد اخلاقیون کے اعداد و شمار مین ترقی ہوجائیگی۔

———×———

اورینٹیل کانفرنس

کا

گذشتہ جلسۂ کلکتہ

از جناب مولوی محفوظ الحق صاحب بی اے

گذشتہ جنوری سنہ ۲۳ء کی آخری تاریخون مین "مجلس مستشرقین ہند" کا جو اجلاس کلکتہ مین منعقد ہوا، رسائل کو چھوڑ کر اخبارات تک مین بھی اسکا تذکرہ برائے نام ہی آیا، حالانکہ اسکی اہمیت ہماری خاص توجہ کی محتاج تھی، ہم نے اس اجلاس کی مجمل کاروائی اخبار علمیہ کے تحت مین لکھی ہے، گر بہر حال وہ نقل ہے، اس بنا پر ہم مولوی محمد محفوظ الحق صاحب کے شکر گذار ہین کہ اُنھون نے کانفرنس کے چشمدید حالات لکھکر ہمین عنایت کئے ہین، ولیس الخبر کالعیان،

ہندوستان کی مشہور اورینٹیل کانفرنس جسکا پہلا جلسہ پونا مین سر آر، جی بھنڈارکر کے زیر صدارت منعقد ہوا تھا، امسال جنوری کے آخری ہفتہ مین کلکتہ مین منعقد ہوئی، کلکتہ یونیورسٹی کے فاضل وائس چانسلر سر آسوتوش مکرجی نے اس کانفرنس کو مدعو کیا تھا، اور اُنہین کے ایما پر اسکا جلسہ یونیورسٹی کی عمارت مین منعقد ہوا، ہندوستان کے اکثر مستشرق اسمین موجود تھے، اور مختلف صوبون، ریاستون اور علمی انجمنون نے اپنے نمائندے بھیجے تھے، جہانتک معلوم ہوا ڈھائی سو ڈیلیگیٹ کے قریب شریک ہوئے، اور ان مین مسلمانون کی تعداد چالیس کے قریب تھی۔

پہلا اجلاس ۲۸ - جنوری سنہ ۲۳ء کو ۱۱ بجے دن کے شروع ہوا، لارڈ رونلڈشے گورنر بنگال نے بحیثیت سرپرست کے اپنی طویل تقریر سے اس کانفرنس کا افتتاح کیا، جسمین کانفرنس کے کارنامون کو

سراہا اور پھر امید دلائی کہ آگے چلکر یہ کانفرنس مشرق و مغرب کا سنگم ہوگی، اسکے بعد سر آسوتوش مکرجی سر تقریر پر آئے اور بحیثیت صدر مجلس استقبالیہ ایک طویل لیکن پر مغز تقریر کی اُنہون نے مختلف مشرقی علوم و فنون کو لیا، اور ان شعبون مین جن مستشرقون نے کارہاے نمایان انجام دیئے ہین، انکی توصیف کی، اور آخر مین اس امر پر زور دیا کہ ابھی تحقیق کی بہت ضرورت ہے، اور جبتک کہ ہندوستانی مستشرق جدید علمی تحقیقات سے کام نہ لین گے اسوقت تک وہ خاطر خواہ کامیابی نہین حاصل کر سکتے، اس تقریر کے بعد صدر کا انتخاب ہوا، اور حسب امید مشہور فرانسیسی مستشرق اور ماہر علوم ہند ڈاکٹر سلوین لیوی کرسیٔ صدارت پر بیٹھے، اور اپنا مختصر خطبۂ صدارت پڑھا، انکی تقریر کے بعد افتتاحی کاروائی ایک بجے دن کو ختم ہوئی،

دن کے ڈھائی بجے کلکتہ کے مشہور رئیس راے بہادر رسنی لال تاہر نے ڈیلیگیٹون کو اپنے گھر پر مدعو کیا تھا، وہان سامان دعوت کے علاوہ علمی ضیافت کا بھی نہایت عمدہ سامان تھا، راے بہادر موصوف نے اپنے علمی ذخائر کو نمائش کے لئے پیش کیا تھا، جنمین عہد مغلیہ کی قلمی تصویرین بہت نمایان تھین، اور بعض تاریخی نقطۂ نظر سے خاص طور پر دلچسپ تھین، ان تصاویر کے علاوہ غیاث الدین تغلق، فیروز تغلق اور دیگر سلاطین ہند کے طلائی اور نقرئی سکون کا بھی کافی ذخیرہ تھا، اسکے علاوہ جین مت کی بہت سی قلمی کتابین تھین، پُرانے سکّے تھے، اسوکا کے عہد کی مورتین تھین اور نقاشی و صناعی کے بعض جدید نمونے تھے،

شام کے وقت بنگلہ زبان کی علمی سوسائٹی نے مہمانون کو اپنے ہان مدعو کیا، اور قلمی بنگلہ کتابون کو نمائش کے لئے پیش کیا۔

دوسرے دن کی کاروائی اسطرح شروع ہوئی کہ کانفرنس کو مختلف شعبون مین تقسیم کر دیا گیا اور ہر شعبہ کا جلسہ یک جدا صدارت کے ماتحت مختلف کمرون مین علحدہ علحدہ ہوا، اور اس دن علم الاقوام،

سنسکرت و پراکرت، ویدک و ایرانین اور آرکیلاجیکل سکشن کے جلسے ہوئے، آخرالذکر شعبہ کا جلسہ بہت کامیاب رہا، لیکن افسوس ہے کہ ان ۲۴ مضامین مین جو اس جلسہ مین پڑہے گئے، ایک مضمون بھی کسی مسلمان کے قلم سے نہ تہا اور نہ کسی مسلمان نے اس شعبہ کی کاروائیون مین کوئی حصہ لیا، حالانکہ بعض مسلمان ماہر آثار قدیمہ اس جلسہ مین موجود تھے، اور وہ یقیناً بول سکتے تھے، لیکن حیرت یہ ہے کہ وہ برابر خاموش رہے، اور گو اس امر پر بحث بھی ہی کہ مسلمانون سے پہلے ہندوستان مین گنبد کا رواج تہا یا نہین، لیکن اسپر بھی ان حضرات کا سکوت برابر قائم رہا، اور وہ گویا نہوئے، اس بحث کی ابتدا مسٹر جیسوال (بیرسٹر پٹنہ) کے ایک مضمون سے ہوئی جسمین اُنھون نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ گنبد کا رواج قدیم ہندوستان مین تہا، اور یہ خیال کہ یہ اسلامی یادگار ہے غلط ہے، اپنے دعوی کے ثبوت مین مسٹر جیسوال نے اپنے ایک جدید انکشاف کا حال بتایا جو بڑی دلچسپی سے سُنا گیا، لیکن کشمیر و پنجاب کے بعض ہندو ماہرین آثار قدیمہ نے اعتراضات کئے، اور ان کے نظریہ کو غلط ٹھہرانے کی کوشش کی لیکن مسٹر جیسوال کی تیز زبانی کے آگے انکی بات نہ بنی اور جلسہ پر مسٹر جیسوال کی کامیابی کا اثر چھایا رہا۔

ویدک اور ایرانین زبانین اور علوم چونکہ ایک حد تک متحد ہین، اسلئے اُنکے جلسے بیک وقت ایک ہی کمرہ مین ہوئے اول الذکر کے صدر ڈاکٹر بلوار کر تھے، اور آخرالذکر شعبہ کی صدارت بمبئی کے فاضل مستشرق شمس العلما ڈاکٹر جیون جی جمشید جی مودی، پی، ایچ ڈی، سی، آئی، ای نے فرمائی، آخرالذکر سکشن مین چھ مضامین آئے تھے لیکن ان مین سے دو نہین پڑہے جاسکے، بقیہ مضامین زیادہ تر قدیم پارسی لٹریچر اور فیلالوجی سے متعلق تھے، اسلئے عام دلچسپی کے نہ تھے، البتہ ذیل کے مضامین خاص توجہ سے سُنے گئے۔

(۱) کرنا اور اسکے متعلق ایرانی خیال۔ از شمس العلما ڈاکٹر مودی،

(۲) اسکندر اعظم کے ہاتھون قدیم ایرانی لٹریچر کی تباہی۔ از شمس العلما ڈاکٹر مودی،

(۳) پارسی روایتین فارسی مین

افسوس ہے کہ ہر مضمون کے پڑہنے کے لئے صرف دس منٹ کا وقت دیا جاتا تہا، اور پانچ منٹ بحث و مباحثہ کے لئے، اسلئے اس کم وقت مین ان طویل مضامین کا اقتباس بھی نہین پیش کیا جا سکتا تہا، بہرکیف! یہ مضامین جب کانفرنس کی رپورٹ مین شایع ہونگے تو یقین ہے کہ خاص دلچسپی سے پڑہے جائینگے۔ حق تو یہ ہے کہ اس شعبہ کے روح و روان صرف دو شخص تھے، ایک تو ڈاکٹر مودی اور دوسرے ڈاکٹر تارا پور والا، شکر ہے کہ اس شعبہ مین مسلمانون کی تعداد کافی تھی اور انھون نے اس سے واقعی اپنی دلچسپی کا اظہار کیا،

اسکے ساتھ ساتھ دوسرے کمرون مین علم الاقوام اور سنسکرت و پراکرت لٹریچر کے جلسے ہوئے، اول الذکر شعبہ مین چودہ اور آخرالذکر مین سترہ مضامین پڑہے گئے، اور حسب امید دونون شعبون مین مسلمانون کا نام ندارد تہا۔

تیسرے دن کی کاروائی بھی دس بجے سے شروع ہوئی، اور آرکیلاجیکل سکشن (شعبہ آثار قدیمہ) کا جلسہ آج بھی کامیاب رہا، آج جو مضامین پڑہے گئے وہ ہمارے نقطہ نظر سے کسی خاص دلچسپی کے نہ تھے، صرف ایک مضمون جو مسٹر ساہا نے پڑہا اور جسمین اُنھون نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ دیوناگری حروف عربی سے ماخوذ ہین بڑی دلچسپی سے سُنا گیا، اور اُسپر بحثین بھی خوب رہین، مسٹر ساہا نے ایک نقشہ بھی پیش کیا جسمین اُنھون نے یہ دکھایا تہا کہ کسطرح عربی خطوط مسخ کرکے دیوناگری بنالئے گئے ہین واقعہ یہ ہے کہ اس نقشہ کو دیکھکر اور ان کے دلائل کو سُن کر اکثر لوگون کو مسٹر ساہا کے دعوی کا یقین ہوگیا، اور اگرچہ بعض قدامت پرست ہندو حضرات نے ان پر نہایت سخت اعتراضات بھی کئے، لیکن مسٹر ساہا نے جو مین دلائل پیش کئے، انکے مقابلہ مین وہ اعتراضات بہت پست تھے، افسوس ہے کہ

مین عجلت مین مسٹر ساہا کے نقشہ کی نقل نہ لے سکا، لیکن اگر موقع ملا تو انشاء اللہ اسکی ایک نقل ناظرین معارف کی خدمت مین پیش کرونگا۔

آج سیاسی تاریخ، اجتماعی و تاریخی شعبہ اور فلسفہ و مذہب سکشن کے جلسے بھی ہوئے اور بہت کامیاب رہے، لیکن مسلمانون کا فقدان ہر جگہ تہا، یہ چیزین ایسی ہین جنکے متعلق ہمارے مسلمان اہل قلم، قلم اٹہا سکتے تھے، لیکن افسوس ہے کہ کسی نے یہ زحمت گوارا نہ کی اور یہ جلسے انکی عدم توجہی کے شاہد رہے،

شام کے وقت ڈیلیگیٹون کو انڈین سوسائٹی آف اورینٹیل آرٹ کی نمائش مین مدعو کیا گیا تہا، یہان زمانہ حال کے تمام نقاشون کے ہاتھ کی تصویرین موجود تہین، لیکن بنگالی عنصر غالب تہا، واقعہ یہ ہے کہ ڈاکٹر ابندرا ناتھ ٹگور اور گگندرا ناتھ ٹگور نے نقاشی کا جو "قومی اسکول" قائم کیا ہے اسکا پایہ اب بہت بلند ہو گیا ہے، اور یورپین ماہرون کی نظرین بھی اسپر پڑنے لگی ہین، اس نمائش مین ڈاکٹر ٹگور کے ہاتھ کی بہت سی تصویرین تہین، منجملہ انکے اورنگ زیب کی ایک تصویر بھی تھی جو مسٹر جسٹس پی، آر داس (پٹنہ) کے ہاتھ ڈہائی ہزار روپیہ کو بک چکی تھی، اسکے علاوہ زیب النساء، شیخ سعدی، اور زیب النساء کی تصویرین جو اسی نقاش کے دماغ و قلم کا نتیجہ ہین نہایت اعلیٰ تہین، انکے علاوہ عمر خیام کی بعض رباعیون کو بہت سے نقاشون نے تصویر کا جامہ پہنایا تہا، اور گو ان مین یورپین نقاشی کا اثر ایک حد تک موجود تہا، لیکن مشرقی رنگ بھی کچھ کم شوخ نہ تہا، اس سال کی نمائش مین اکثر نقاشون نے اپنے ہاتھ کی تصویرین بہیجی تہین، اور ان مین دس بنگالی خواتین بھی تہین، لیکن اس طویل فہرست مین ہمین صرف دو مسلمان نظر آئے، ایک تو لاہور کے مشہور آرٹسٹ عبدالرحمن چغتائی اور دوسرے لکھنؤ کے سمیع الزمان، اول الذکر نے اپنی بہت سی تصویرین بہیجی تہین، اور واقعہ یہ ہے کہ ڈاکٹر ٹگور کے ہمرنگ تہین، ایک تصویر جسمین شاہجہان کی آخری گھڑیون کا منظر پیش

کیا گیا تہا، اور جسکی قیمت پندرہ سو روپیہ تھی، واقعہ یہ ہے کہ نقاشی کا اعلیٰ نمونہ تھی، لیکن اور تصویرین بھی جنمین حسن و عشق کے مناظر، یا جذبات و حیات کی کیفیات پیش کی گئی تہین، اپنے رنگ مین نرالی اور قابل تعریف تہین، لیکن اسکے برخلاف سمیع الزمان کی تصویرین معمولی تہین، صرف "شکارگاہ" کا ایک منظر البتہ دلچسپ تہا، لیکن وہ بھی کسی مغل تصویر کا چربہ معلوم ہوتا تہا۔

یہان کی سیر کے بعد کلکتہ کے مشہور عجائب خانہ کی سیر ہوئی، واقعہ یہ ہے کہ عجائبات کا جو ذخیرہ یہان فراہم ہے، وہ ہر طرح قابل تعریف ہے، صرف عہد مغلیہ کی قلمی تصویرون کو اگر دیکھا جائے، اور ان کے متعلق کچھ لکھا جائے تو وہ ایک دفتر ہو جائے، یہان مختلف عہدون کے جو سکے فراہم کئے گئے ہین وہ ہندوستان کے کسی اور عجائب خانہ مین آپکو نہ ملین گے، ان سکون کی فہرست چھپکر شائع ہو چکی ہے، اور اسلامی سلاطین ہند کے سکون کی فہرست تین روپیہ کو مل سکتی ہے، جو لوگ مسلمان سلاطین ہند کے سکون کے متعلق تحقیق کر رہے ہین وہ اس فہرست سے بہت کچھ فائدہ اٹہا سکتے ہین اور بعض مشتبہ باتون کے متعلق اس شعبہ سے خط و کتابت بھی کر سکتے ہین،

شب کے وقت ہز اکسلنسی گورنر بنگال کے یہان کانفرنس کے مہمانون کی دعوت تھی یہان ٹگور کے مشہور کھیل "پوسٹ آفس" کا تماشہ دکہایا گیا جو خاص دلچسپی سے دیکھا گیا۔

چوتھے دن کی کاروائی بھی دس بجے شروع ہوئی، کل کے بعض ناتمام جلسے آج ہوئے اسکے علاوہ بدھ، سائنس، قدیم جغرافیہ اور علم اللسان کے شعبون کے جلسے بھی ہوئے، اول الذکر تین شعبون مین مسلمانون کا نام صفر تہا، صرف آخر الذکر سکشن مین ایک مسلمان سنسکرت دان مولوی محمد شہید اللہ ایم اے، بی ال نے سنسکرت فیلالوجی کے متعلق دو مضمون پڑہے۔

آج ہی عربی و فارسی شعبہ کا بھی جلسہ تہا، لیکن ہماری بدبختی دیکھیے کہ اسکی صدارت کے لئے ارباب حل و عقد نے چنا بھی تو ایک انگریز کو، یعنی لفٹننٹ کرنل ڈاکٹر رینکنگ، کیا کانفرنس والون کی

نظر مشہور فضلا و ڈاکٹر عبداللہ المامون سہروردی، ڈاکٹر اقبال یا ڈاکٹر عبدالستار صدیقی (صدر جامعہ عثمانیہ) پر نہ پڑی یا اُنھون نے عمداً ایسا نہین کیا، اسوقت ہمین ڈاکٹر رینکنگ کی قابلیت سے بحث نہین، بلکہ اختلاف اس اصول سے ہے جسکی بنا پر اُن کا انتخاب عمل مین آیا، آپ مختلف شعبون کے صدرون کی فہرست اُٹھا کر دیکھ جایئے ہر جگہ آپکو ہندوستانی نام نظر آئیگا، لیکن عربی فارسی کے ساتھ یہ خصوصیت اس امر کا ثبوت ہے کہ کانفرنس ہلوگون کو اس لائق بھی نہین سمجھتی کہ ایک مسلمان کرسی صدارت پر بیٹھے یا اپنے علوم و فنون کے متعلق کم از کم اپنی رائے کا اظہار کرے، بہر کیف یہ نظارہ عبرت تہا، اور واقعی ہر دیکھنے والے کو حیرت تھی کہ دروازہ پر تو لکھا ہے "عربی و فارسی سکشن" اور اسکی صدارت کر رہا ہے ایک انگریز، اور یقیناً دیکھنے والے یہی سمجھتے ہونگے کہ اسلامی علوم و فنون کی نوبت اب یہانتک پہنچگئی ہے کہ کوئی مسلمان اس شعبہ کی بھی صدارت کا اہل نہین سمجھا جاتا، افسوس!

بہرحال عربی و فارسی شعبہ مین کل آٹھ مضامین آئے تھے جنمین سے دو ہندوؤن کے قلم سے تھے، ایک پارسی نے لکھا تہا اور ایک انگریز نے، بقیہ چار مسلمانون کے قلم سے تھے، چونکہ یہ مضامین خاص دلچسپی کے ہین اسلئے مین اُنکے متعلق ذرا وضاحت سے لکھتا ہون:-

پہلا مضمون مسٹر صلاح الدین خدابخش بیرسٹر ایٹ لا ابن مولوی خدابخش خان مرحوم بانکی پور کا تہا جسمین اُنھون نے "اسلام کے عالم نو" پر ایک دلچسپ بحث کی تھی، اور اسلام کے لئے ایک شاندار مستقبل کی اُمید دلائی تھی، مسٹر صلاح الدین اُن چند لوگون مین ہین جنکی انگریزی تحریر قابل رشک ہے اور حق یہ ہے کہ جس انداز سے اُنھون نے اپنا مضمون پڑہا وہ قابل تعریف تہا، یہ مضمون یورپ کے ایک رسالہ مین چھپ کر عنقریب شائع ہوگا اور اُمید ہے کہ عالم اسلام مین خاص دلچسپی سے پڑہا جائیگا۔

دوسرا مضمون میسور یونیورسٹی کے ایرانی پروفیسر مسٹر عباس شوستری نے "تصوف کی تاریخ پر" پڑہا، اگرچہ اسمین بعض نئی باتین تہین لیکن چند امور قابل اعتراض بھی تھے، مثلاً اُن کا یہ خیال کہ تصوف کی تاریخ ولادت مسیح کے قبل سے ڈھونڈہنی ہوگی وغیرہ،

تیسرا مضمون بمبئی کے فاضل مستشرق، شمس العلما، ڈاکٹر جیون جی جمشید جی نے پڑہا جسکا موضوع تہا "فارسی شاعر حافظ کا اثر جرمن شاعر گیٹے پر" یہ مضمون نہایت دلچسپی سے سُنا گیا، فاضل مضمون نگار نے گیٹے اور حافظ کے کلام کا انتخاب پیش کر کے دکہایا کہ اول الذکر نے آخر الذکر کے خیالات اور مضامین کس طرح اخذ کر کے اپنے کر لئے ہین، اسکے علاوہ اُنھون نے بتایا کہ گیٹے کے مجموعۂ کلام کا نام "دیوان" ہے اس نے حافظ کو اچھی طرح پڑہا اور اسکو خوب سمجھا تہا اسلئے وہ بھی اسی رنگ مین رنگ گیا، اور شراب، ساقی، بزم، معشوق، وصل، ہجر وغیرہ کے متعلق نظمین لکھنے لگا، پھر اُنھون نے کہا حق تو یہ ہے کہ حافظ کی روح گیٹے کے کلام مین موجود ہے، یہ مضمون نہایت فاضلانہ ہے، اور اس لائق ہے کہ جلد سے جلد چھاپ کر شائع کیا جائے۔

چوتھا مضمون مسٹر ساہا کا تہا، ان کا موضوع تہا "امریکہ کے انکشاف کی شہادت قرآن شریف سے"۔ اس مضمون کے متعلق شروع ہی سے چہ میگوئیان ہو رہی تہین، اور لوگون کو اسکے سُننے کا بیحد اشتیاق بھی تہا، چنانچہ جب ڈاکٹر ساہا آئے تو تالیون سے اُن کا استقبال کیا گیا، اُنھون نے اپنا مضمون شروع کیا اور قرآن شریف کی مختلف آیتون سے اپنے دعوی کا ثبوت پیش کیا، لیکن افسوس ہے کہ وہ اُسکو ختم نہ کر سکے، اور وہ آخری ٹکڑا جو مضمون کی جان تہا اور جسمین اُنھون نے عام شہادتون کو اکہٹا کر کے اس سے نتائج مستنبط کئے تھے ناتمام رہ گیا، اور اسطرح لوگون کا اشتیاق پورا نہو سکا، مین اس مضمون کے حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہون اگر مل گیا تو انشاء اللہ اسکا ترجمہ ناظرین معارف کے لئے پیش کرونگا۔

پانچوان مضمون جناب حافظ نذیر احمد صاحب (ایشیاٹک سوسائٹی بنگال) کا "عبدالرحیم خانخانان کے کتب خانہ" پر تہا، چونکہ حافظ صاحب موصوف ہندوستان کے اکثر کتبخانون کی سیر کر چکے ہین، اسلئے اُنھون نے ان کتابون کی بھی فہرست پیش کی ہے جو پہلے خانخانان کے کتبخانہ مین تہین، لیکن اب ہندوستان کے متفرق کتبخانون مین منتشر ہین، اور جو حافظ صاحب موصوف کی نظر سے گذر چکی ہین، اگر حافظ صاحب اس مضمون کو اُردو مین شایع کردین تو خاص دلچسپی سے پڑہا جائے۔

چہٹا مضمون مولوی عبداللطیف صاحب (راونشا کالج کٹک) کا تہا جسمین اُنھون نے ہندوستانی یونیورسٹیون کی عربی و فارسی تعلیم پر تنقید کی تھی، یہ مضمون ایسا ہے جس سے ہماری یونیورسٹیان بہت کچھ مستفید ہوسکتی ہین،

ساتوان مضمون علی گڈہ مسلم یونیورسٹی کے عربی پروفیسر (جنکا نام غالباً ڈاکٹر تھورٹن ہے) کا تہا، جسمین اُنھون نے یمن کے چند جدید حالات بیان کئے تھے، اور اہل یمن کے حالات اور رسوم ورواج کے علاوہ اُنکے بعض عقاید پر روشنی ڈالی تھی جو واقعی حیرت انگیز تھے،

آٹھوان مضمون (جدید شایع شدہ) "حیات شیرشاہ" (انگریزی) کے نوجوان مصنف پروفیسر قانونگو کا "عہد ہمایون کے جاٹون" پر تہا، لیکن انکی عدم موجودگی کے سبب پڑہا نہ جاسکا، گو ہمین حیرت ہے کہ تاریخی شعبہ کو چھوڑ کر اس مضمون کو عربی و فارسی شعبہ مین کسطرح داخل کردیا گیا۔

آج کا جلسہ ایک بجے ختم ہوا، اور عصر کے وقت کلکتہ کی مشہور عمارت وکٹوریہ میموریل کی سیر ہوئی، اور وہان کی دلچسپ چیزون کے دیکھنے کا موقع ملا، یہان عربی و فارسی کی نایاب قلمی کتابون کا بھی ذخیرہ ہے، اور انشاءاللہ اُن کا تفصیلی حال کسی اور موقع پر بیان کرونگا، شام کے وقت "ہندوستانی موسیقی" سے مہمانون کو مسرور کیا گیا اور شب کے وقت سنسکرت ڈراما دکہایا گیا،

پانچوین دن کی کاروائی بھی دس بجے سے شروع ہوئی اور مختلف شعبون مین جو مضامین

باقی رہ گئے تھے وہ تمام کئے گئے، تین بجے ایک عام جلسہ ہوا اور منجملہ اور امور کے یہ تجویز بھی پاس ہوئی کہ سنسکرت و عربی کی طرح گورنمنٹ فارسی کے لئے بھی اسٹیٹ اسکالرشپ یورپ جانے کے لئے دے، اس تجویز کی تحریک ڈاکٹر عبدالستار صدیقی (حیدرآباد) نے، اور تائید ڈاکٹر تاراپوروالا نے کی جو بالاتفاق منظور ہوئی،

شام کے وقت مولوی عبدالحق صاحب بی، اے سکریٹری انجمن ترقی اُردو حیدرآباد دکن کی تقریر "زبان اُردو" پر کلکتہ کے مشہور مسلم انسٹیٹیوٹ مین ہوئی اس جلسہ کی صدارت نواب نصیر حسین خان خیال نے فرمائی،

شب کے وقت ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کا سالانہ جلسہ ہوا، ڈلیگیٹ یہان بھی مدعو تھے، منجملہ اور دلچسپیون کے عربی و فارسی قلمی کتابون کی نمائش بھی تھی، جو کتابین آج نمائش کے لئے پیش کی گئین وہ زیادہ تر مطلا اور مذہب تہین، بعض باتصویر بھی تہین، اور اکثر خط نسخ و نستعلیق کا بہترین نمونہ تہین، وہان قرآن شریف کا ایک قلمی نسخہ بھی تہا، جسپر سونے کا نہایت خوبصورت کام تہا، اور بیل بوٹون کے علاوہ آیتین بھی سونے سے لکھی گئی تہین، نقاشی اور صناعی کے نمونہ کے علاوہ بعض کتابین قدامت مین اپنا جواب نہین رکہتی تہین، اور بعض پر مشہور سلاطین مغلیہ یا اس عہد کے علماء و امراء کے دستخط بھی ثبت تھے غرض یہ ہے کہ یہ نمائش نہایت اعلیٰ تھی، اور اسکے لئے ہمین سوسائٹی کے فیلالوجیکل سکریٹری ڈاکٹر عبداللہ المامون سہروردی کا (جو اس عہدہ پر پہلے ہندوستانی ہین) ممنون ہونا چاہیئے،

ایشیاٹک سوسائٹی کا جلسہ کانفرنس کا آخری پروگرام تہا، اور اسکے بعد یہ کانفرنس ختم ہوئی اور واقعہ یہ ہے کہ نہایت کامیاب رہی، اور خصوصاً ایسے موقع پر جبکہ سیاسی مطلع اسقدر گرد آلود ہو رہا ہے، ایسی کسی کانفرنس کا منعقد ہونا اور اتنے مستشرقون کا اکہٹا ہونا ہر طرح لائق تحسین ہے، یہ کانفرنس نہ صرف ہندوستان کے لئے بہترین دماغون کی علمی تحقیقات و اکتشافات کے اظہار کا ذریعہ ہوئی بلکہ مختلف صوبون کے عالمون اور محققون کے درمیان تبادلۂ خیالات کا بھی آلہ ہوئی، اور یہ ایک نہایت اہم کام تہا جو اس کانفرنس نے انجام دیا۔

مترجمات

یونیورسٹیون کی کانگرس

یونیورسٹیون کی کانگرس جو سال گذشتہ آکسفرڈ مین منعقد ہوئی تھی، اور جسکا مختصر تذکرہ اس سے پیشتر بھی ان صفحات مین آچکا ہے، اس نمبر مین اسکے حالات کسیقدر زیادہ تفصیل سے درج کئے جاتے ہین، یاد ہوگا کہ اس کانگرس مین ہندوستانی یونیورسٹیون کے نمایندہ بھی بڑی تعداد مین شریک تھے ان مین ایک صاحب، ڈاکٹر اَرکہارٹ ایم، اے، ڈی، ل، پروفیسر اسکاٹش چرچ کالج کلکتہ، یونیورسٹی کے نمایندون مین شامل تھے، اُنھون نے کلکتہ ریویو کے صفحات مین اس کانگرس کی مفصل و دلچسپ روداد شایع کی ہے، ذیل مین اُسکے اہم مطالب کی تلخیص درج کیجاتی ہے:-

انجمن اقوام (لیگ آف نیشنس) تو ہنوز برسون سے پرواز کے لئے اپنے بازو ہی تول رہی ہے لیکن برطانوی یونیورسٹیان اس اثنا مین میدان عمل مین اُتر آئین، دنیا کے شیرازۂ اتحاد کے مرتب کرنے مین وہ جو کچھ کرسکتی ہین، ظاہر ہے، اور یہ احساس انکی کانگرس کے اجلاس منعقدہ آکسفرڈ مین ہر موقع پر موجود رہا۔

کانگرس پوری طرح یونیورسٹیون کی نیابت کر رہی تھی، مملکت برطانیہ کے ہر گوشہ سے نمایندے آئے تھے، جنکی مجموعی تعداد تقریباً ۱۳۰ تھی مختلف یونیورسٹیون کے چانسلر، وائس چانسلر، پروچانسلر، پرنسپل، پریسیڈنٹ حضرات کے علاوہ عام ارکان بھی کافی تعداد مین شریک تھے، جیسا کہ ہر ایسے موقع پر قدرتہً ہوتا ہے، دُور دراز مقامات سے آنے والے بمقابلہ گھروالون کے کام مین زیادہ سنجیدگی کے ساتھ منہمک نظر

آتے تھے، آکسفرڈ والون نے میزبانی کے انتظامات اعلے پیمانہ پر کئے تھے جو ہر طرح مکمل تھے، اور جلسہ کے کامیاب بنانے مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین کیا تھا، باہر والون مین گلاسگو کے سر ڈانلڈ میک الِسٹر کی سرگرمی خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

کلکتہ یونیورسٹی کے ہندوستانی نمایندہ بہ لحاظ تعداد و نیز باعتبار علم و فن ایک خاص امتیاز رکھتے تھے، کانگریس کے مباحثون مین ان حضرات نے بالخصوص، اور ہندوستانی یونیورسٹیون کے نمایندون نے بالعموم ایک نمایان حصہ لیا، اور اُنکی تقریرین کامیاب خیال کی گئین،

کانگرس کے ارکان ایک دوسرے کے لئے بالکل اجنبی نہ تھے، سنہ ۱۹۱۲ء مین جو کانگرس ہوئی تھی اُسمین یہ طے پایا تھا کہ ایک مستقل محکمہ اس غرض کے لئے قائم کردیا جائے، چنانچہ یہ محکمہ قائم ہوگیا تھا، اُسکی باضابطہ رجسٹری ہوچکی تھی، اور یہ اُن چند برسون کی مدت مین برابر اپنا کام کرتا رہا، اور یونیورسٹیون مین باہم رشتۂ واقفیت و معلومات، اتحاد و ارتباط پیدا کراتا رہا۔

پروگرام (نقشۂ عمل) مین علاوہ آکسفرڈ کے برطانیہ و آیرلینڈ کی دوسری یونیورسٹیون کا معائنہ بھی شامل تھا، چنانچہ انعقاد جلسہ سے پیشتر ہی بہت سے ارکان، ویلز، آیرلینڈ، اور خاص لندن یونیورسٹی کا معاینہ کرچکے تھے، ہندوستانی ارکان نے سب سے زیادہ دلچسپی کے ساتھ سائنس اور طب کے عظیم الشان کالجون کو دیکھا، اور دار الفنون شرقی اور دار العلوم اقتصادیات مین اپنے بہت سے شناسا حضرات سے ملے، سیوائے ہوٹل مین سرکار کی جانب سے ارکان کا خیر مقدم کیا گیا، اس موقع پر سائنس، علوم، و سیاسیات کے بہترین افراد جمع تھے، اور صدر جلسہ مسٹر بالفر تھے، خبر یہ بھی سُننے مین آئی کہ خود ملک معظم ارکان کو شرف باریابی بخشنے والے تھے، لیکن وقت نہ نکل سکا،

۵- جولائی سنہ ۲۱ء سے کانگرس کا آغاز تھا، صبح سویرے ہم لوگ اسپشل ٹرین سے لندن سے آکسفرڈ روانہ ہوئے، اور بکمال عجلت کرتے پڑتے جلسہ گاہ تک پہنچے، اجلاس اول کی صدارت

لارڈ کرزن نے دنائی، اپنے خطبۂ افتتاحیہ مین انھون نے معذرت کی کہ سیاسی مصروفیتین انہین تعلیمی مسائل کی جانب متوجہ ہونے کی مہلت نہین دیتین، براینہم وہ دلچسپی کے ساتھ یونیورسٹیون کی تعداد مین اضافہ اور اندرونی ترقیون کا مشاہدہ کرتے رہے ہین، خطبۂ افتتاحیہ کے بعد کانگرس کے سامنے سب سے پہلا مسئلہ یہ پیش ہوا کہ جدید نظام تعلیم مین سائنس اور ادبیات قدیم کے کیا کیا حدود رہنا چاہئین ڈاکٹر فارنل، وایس چانسلر آکسفرڈ یونیورسٹی نے ادبیات قدیم (جن سے انکی مراد سنسکرت وغیرہ نہین، بلکہ یونانی ولاطینی تھی) کی پرجوش وکالت کی، اور ان چیزون کی تحصیل کو ادبیات موجودہ کی تکمیل کیلئے ناگزیر بتایا، پروفیسر ڈینش نے ایک مقالہ "اہل سائنس کی تعلیم مین ادبیات کا مرتبہ" کے عنوان سے پڑھکر سنایا، جسمین انھون نے ایک سائنٹسٹ کے نقطۂ نظر سے بتایا کہ تنہا سائنس کی تعلیم پاتے رہنے سے انسان مین ایک طرح کی کوتہ نظری و تنگ خیالی پیدا ہوجاتی ہے، اسکو دور کرنے اور خیالات مین وسعت پیدا کرنے کے لئے قدیم وجدید تاریخ وادب کی تحصیل ازبس ضروری ہے،

دوسرا اجلاس سہ پہر کو شروع ہوا، اسکے صدر مسٹر بالفر تھے، اسوقت مضمون زیر بحث یہ تھا، "مدنیات، سیاسیات، واقتصادیات معاشری کی تعلیم"- اسکے ضمن مین یہ سوال چھڑا کہ یونیورسٹیون کو سیاسیات سے کہانتک الگ اور کہانتک شامل رکھا جاسکتا ہے، مسٹر بالفر نے اپنا ذاتی عقیدہ یہ بیان کیا کہ قومون کو اعلی وپست مین تقسیم کرنے کے کوئی معنی نہین، مونٹریل (کناڈا) یونیورسٹی کے پروفیسر سونٹ پیٹش نے کہا کہ بیشک یونیورسٹیون کو سیاسی اکھاڑہ نہ بنا دینا چاہیئے تاہم پبلک مین شہریت ووطنیت کا صحیح احساس پیدا کرانا انکے فرائض مین داخل ہونا چاہیئے تاکہ قوم مضر سیاسی اثرات سے محفوظ رہے، مسٹر گریر اور سر ولیم بیورج نے بھی اس مباحثہ مین حصہ لیا، ان دونون نے بھی اسپر زور دیا کہ کوئی مکمل نظام تعلیم احوال ملکی وسیاسی سے بے نیاز رہ ہی نہین سکتا، قوانین طبعی ومادی سے بھی زیادہ ضروری ہے کہ قوانین فطرت بشری کو سمجھا جائے، پروفیسر برنٹ (سینٹ اینڈریوز اسکاٹلینڈ)

کی تقریر کا ماحصل یہ تھا کہ ثانوی مدارس کو یونیورسٹیون کی غلامی سے آزاد ہونا چاہیئے، (اس سے معلوم ہوا کہ ہندوستان کی طرح برطانیہ کے بھی مدارس ثانوی یونیورسٹیون کے استبداد سے نالان ہین) مسٹر بیرل نارڈ نے بھی یونیورسٹیون اور مدارس ثانوی کے تعلقات کی خوشگواری پر زور دیا -

شام کو آکسفرڈ یونیورسٹی کی جانب سے ایک تقریب مین جملہ ارکان مدعو کئے گئے، جہان باہمی تعارف، تفریح وتبادلۂ خیالات کا موقع ملا،

دوسرے روز کی کاروائی کا آغاز لارڈ ہالڈین کی زیر صدارت ہوا، اور بحث کیلئے "یونیورسٹیان اور بالغون کی تعلیم" کا مسئلہ پیش ہوا، پہلے خود صدر نے تقریر کی اور مزدورون اور سرمایہ دارون کے درمیان نصاب تعلیم کی تفریق مٹا دینے پر زور دیا، مسٹر سیسل کمیلی، مسٹر بونارڈ (برسٹل یونیورسٹی) مسٹر گریگوری نامٹر، اور سر مائیکل سڈلر (صدر کلکتہ یونیورسٹی کمیشن) نے اس مباحثہ مین حصہ لیا -

سہ پہر کے اجلاس مین بھی اسی قسم کے مسائل پر بحث رہی کہ یونیورسٹی اور جماعت کے باہمی تعلقات کی کیا نوعیت رہنی چاہیئے، لیڈس یونیورسٹی کے پروفیسر سویٹ ہلر نے اسپر زور دیا کہ موجودہ زمانہ مین جبکہ ایجاد واختراع کی گرم بازاری ہے، کوشش اسکی ہونی چاہیئے کہ صنعت وحرفت کا مرکز بھی مشہور تعلیمی مرکزون کو بنایا جائے -

تیسری صبح کو کانگرس کی کاروائی کے آغاز سے قبل آکسفرڈ یونیورسٹی کی مجلس خاص کی نشست ہوئی، اور کناڈا و نیوزیلینڈ کے ایک ایک نمایندہ کے ساتھ کلکتہ یونیورسٹی کے رکن رکین سر نیل رتن سرکار کو ڈی، سی، ال کی آنریری ڈگری کا اعزاز عظیم عطا ہوا -

اسکے بعد باضابطہ جلسہ شروع ہوا، آج موضوع بحث یہ تھا کہ یونیورسٹی کو اساتذہ کے تیار کرنے، اور تجارت، صنعت وحرفت وانتظامات ملکی کی تعلیم دینے مین کہانتک حصہ لینا چاہیئے، مسٹر ولیم ایشلی نے تعلیم کو تجارتی اغراض کے قالب مین ڈھالنے کی پرزور وکالت کی، اور لندن یونیورسٹی کے

پروفیسر آوس نے فرمایا کہ اساتذہ کا تیار کرنا یونیورسٹی کے مقاصد دلین مین داخل ہے، اس ضمن مین اسپر بھی دلچسپ مباحثہ رہا کہ آیا ٹریننگ کالجون (مدارس معلمین) کو یونیورسٹی کا جزو ہونا چاہیئے یا بجاے خود ایک مستقل شئے ہونا چاہیئے،

سہ پہر کے اجلاس مین مالیات کا افسوسناک قصہ چھڑا، ہر یونیورسٹی نے اپنی اپنی داستان غم سنائی، اسکی سب کو شکایت تھی کہ مصارف کے متناسب آمدنی نہین ہوتی، اتنے جزو پر سب متفق تھے لیکن اسمین اختلاف تھا کہ اس آمدنی مین کافی اضافہ کیونکر کیا جاے، ایک گروہ سرکاری امداد کا حامی تھا، کناڈا والے اپنا تجربہ سرکاری امداد کے متعلق نہایت خوشگوار بیان کرتے تھے دوسرا گروہ اسکے بالکل مخالف تھا، اور سرکاری امداد پر عام پبلک کے عطایا کو ترجیح دیتا تھا، سر الفرڈ ایونگ نے، جو اس گروہ کے سردار تھے، ان خطرات کو بیان کیا جو سرکاری امداد کی بنا پر سرکاری مداخلت سے پیدا ہونگے۔

آخری روز کی کاروائی کا آغاز یونیورسٹی کے فرائض تحقیقات عالیہ (ریسرچ) سے ہوا، صدر نشین لارڈ رابرٹ سیسل تھے، انھون نے تفصیل کے ساتھ ریسرچ کے فوائد بیان کئے اور اس کے فقدان کے نقصانات کی توضیح کی، اُنھون نے کہا کہ مختلف اقوام کے اختلافات کو رفع کرنے والی اور اُن مین باہمی اخوت پیدا کرنے والی شئے یہی ریسرچ ہے، اس سے صرف یہی نہین کہ طالبان علم کی تربیت دماغی ہوتی ہے، بلکہ دنیا کے ذخیرہ معلومات مین بھی اضافہ ہوتا رہتا ہے، دنیا مین امن و صلح اسی سے قائم رہ سکتی ہے، سر فریڈرک کینون نے تائید مین تقریر کی، ڈبلن (آیرلینڈ) کے پروفیسر جولی نے کہا کہ مردہ زبانون کی تحصیل مین زیادہ وقت صرف کرنا وقت ضایع کرنا اور ریسرچ کی راہ مین رکاوٹ پیدا کرنا ہے،

سہ پہر کے اجلاس مین جو اختتامی اجلاس تھا، گفتگو اسپر ہوئی کہ اساتذہ کو رخصت موقت

دیتے رہنے چاہیئے، اور یونیورسٹیون مین باہم اساتذہ وطلبہ کا تبادلہ ہوتے رہنا چاہیئے، اس آخری تجویز کے متعلق عملی دقت یہ محسوس ہوئی کہ ایک پروفیسر کے لئے دوسری یونیورسٹی مین جاکر فوراً اپنے کام کو سنبھال لینا ممکن نہ ہوگا، طلبہ کی بابت یہ طے پایا کہ عام مبتدی ومتوسط طلبہ کے تبادلہ کی ضرورت نہین، تبادلہ صرف ان منتہی طلبہ کا ہوتے رہنا چاہیئے جو خاص طور پر ہونہار وممتاز ہون

خاتمہ پر مہمانون کی جانب سے میزبان (آکسفرڈ یونیورسٹی) کا گرمجوشی کے ساتھ شکریہ ادا کیا گیا، ارکان ہند کی جانب سے یہ خدمت پرنسپل ہرامبہ رچندر ترانے ادا کی، ارکانِ کانگرس برطانیہ جس جس مقام پر سیاحت کے لئے گئے ہر جگہ اُن کا استقبال بڑے تپاک سے ہوا، اور ہر طرح خاطرداری کی جاتی رہی۔

تلخیص و تبصرہ

سلطنت مغلیہ اور ایک ہندو مورخ

الہ آباد یونیورسٹی کے شعبۂ تاریخ کی جانب سے جرنل آف انڈین ہسٹری کے نام سے جو سہ ماہی رسالہ حال مین نکلنا شروع ہوا ہے، اُسکے نمبر اول مین پروفیسر بینی پرشاد ایم، اے، (اسسٹنٹ پروفیسر فنِ تاریخ الہ آباد یونیورسٹی) نے حکومت مغلیہ پر ایک مبسوط مضمون تحریر کیا ہے، اسمین وہ لکھتے ہین کہ

"لفظ حکومت مغلیہ یا خاندان مغلیہ سے خیال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کوئی مخصوص مغل خاندان ہوگا جسکی یہ حکومت ہوگی، لیکن یہ خیال تمامتر غلط ہے، بجائے مغل کے چغتائی ترک کہنا بیشک صحیح ہوگا، لیکن اس سے بھی ایک مخصوص خاندان کا تخیل پیدا ہوتا ہے، اور اسلئے اس لفظ کو بھی استعمال کرنا واقعہ کے خلاف ہوگا، حقیقت حال یہ ہے کہ سترہوین صدی عیسوی تک ہندوستان کے حکمرانون کا کوئی مخصوص خاندان تھا ہی نہین، اور بادشاہ کے لئے، نیز خاص اعیان سلطنت کے لئے کسی مخصوص نسل یا خاندان سے ہونا مطلق ضروری نہ تھا، معاصر مصنفین لفظ "مغل" کی وسعت سے خود حیران ہو گئے تھے، اور دل سے گڑھ گڑھ کر اسکے معنی لینے لگے تھے، سالیانک، جو سالہا سال جہانگیر کے عہد مین ہندوستان مین رہا تھا، کہتا ہے کہ یہ لفظ ایرانیون، ترکون اور تاتاریون سب پر حاوی تھا، یہانتک کہ اکثر مسیحیون پر بھی اس لفظ کا اطلاق ہوتا تھا، اسکا اور سرٹامس رو، دونون کا بیان ہے کہ اس لفظ کے معنی مختون تک کے تھے، اور ہر مسلمان پر اسکا اطلاق ہو سکتا تھا، برنیر کا بیان ہے کہ مسلمان اور سفید فام ہو اُسکے مفہوم مین داخل تھا، گوز اور فرایر کہتے ہین کہ اس لفظ کے معنی

محض سفید فام کے تھے، اصل یہ ہے کہ تیرہوین اور چودہوین صدی مین جو بیشمار مغول سرحد شمال و مغرب پر ہر وقت جمع رہتے تھے، انکے باعث لوگ اس لفظ سے مانوس ہو چکے تھے، مابعد کی صدیون مین اسکا اطلاق بالعموم ان تمام لوگون پر ہونے لگا جو ۱۵۲۶ء مین بابر کے ہمراہ شمال و مغرب سے ہندوستان مین داخل ہوئے، بابر بذات خو نیم چغتائی اور نیم مغل تھا، ہمایون کی والدہ چغتائی تھی، اکبر نیم ایرانی تھا، جہانگیر نیم راجپوت تھا، اور شاہجہان ترک سے زیادہ راجپوت تھا، حکام سلطنت ہر قوم کے افراد ہوتے تھے، کسی قوم یا نسل کی تخصیص نہ تھی، ترک، تاتاری، ایرانی، افغانی، ہندوستانی، مسلمان، ہندو سب برابر کے شریک تھے، درباری اعزازات و عہدہ موروثی نہین ہوتے تھے، ہر منصب و عہدہ کا تعلق ذات سے ہوتا تھا"

آگے چل کر پروفیسر موصوف لکھتے ہین کہ یہ قطعاً ناممکن تھا کہ اتنی عظیم الشان آبادی کو جو اسقدر وسیع رقبہ مین پھیلی ہوئی تھی، کچھ عرصہ کے لئے بھی بزور شمشیر محکوم و منقاد رکھا جا سکے، ایسا ہونا آج بھی جبکہ قواعد دان و باضابطہ فوج کے چند سپاہی، بہت بڑی آبادی پر غالب آ سکتے ہین نہایت دشوار ہے لیکن اسوقت تو کہ جب ہر فرد رعایا مسلح ہوتا تھا، اور جنگجوئی و نبرد آزمائی کے اعتبار سے باضابطہ سپاہ اور عام رعایا مین برائے نام ہی فرق ہوتا تھا قطعاً ناممکن تھا، مغلیہ حکومت کی بنیاد نہ زور شمشیر پر قائم تھی نہ مذہب پر، نہ کسی ذات پات پر بلکہ

"محض عام رعایا کی رضامندی و خوشنودی پر قائم تھی"

عامۃ الناس کی خوشنودی کا سب سے بڑا راز مذہبی آزادی و رواداری تھی، اکبر، جہانگیر، شاہجہان و دارا کا ذکر نہین خود اورنگ زیب تک نے

"کبھی اُسے بالکلیہ پامال نہین کیا"

دوسرا بڑا سبب رعایا کی خوشی کا معاشری آزادی تھی"

"تیسرا سبب رعایا کی وفاداری کا یہ تہا کہ مغل حکومت نے دیہات کی اس خود مختاری کو کبہی ہاتہ نہین لگایا جو قرنہا قرن سے اٹھارہوین صدی تک ہندی نظام معاشرت کا جزو لاینفک رہی"۔ مغلون نے فلاحِ ملک کے لئے کیا کیا کیا؟ اسکے جواب مین فاضل مقالہ نگار کہتے ہین کہ

"انہون نے سڑکین بنوائین، شفاخانے تعمیر کرائے، اور علوم و فنون کی نہایت فیاضانہ قدردانی کی"۔

اسکے آگے ان مراعات کی تفصیل کی ہے، جو جہانگیر نے اپنی تخت نشینی کے وقت اور اسکے بعد رعایا کے ساتھ کی تہین، مثلاً شراب و تمباکو کی فروخت کی ممانعت کی، شرقی بنگال مین خواجہ سراؤن کے بنانے کا جو بیدردانہ دستور جاری تہا اُسے ممنوع قرار دیا، بہ کثرت مہمان سرائین، مسجدین، مدرسے اور شفاخانے تعمیر کرائے، ہر بڑے شہر مین ایک سرکاری طبیب مقرر کیا، اور لاوارثون کی جائداد کو بجائے خزانۂ سرکار مین داخل کرنے کے تالاب و چاہ، پل و مہمانسرائے وغیرہ کی تعمیر مین صرف کرانے کے احکام جاری کئے، جاگیردارون نے اپنے نفع کے لئے جو طرح طرح کے محاصل جاری کر رکہے تھے، اُنہین موقوف کیا، وقس علیٰ ہذا۔

"سلطنت مغلیہ کی سب سے بڑی برکت کا ظہور اسکی سرپرستی علوم و فنون مین ہوتا ہے، فارسی تاریخون مین اُن ارباب فن و کمال کی طویل فہرستین محفوظ ہین جنہین مغلون کی قدردانی نے خاکِ احتیاج سے اٹہاکر اوج خوشحالی تک پہنچا دیا تہا، معاصر فارسی اور ہندی شاعرون کے حالات پڑھکر حیرت ہوتی ہے کہ انکی کتنی بڑی تعداد سرپرستیٔ دربار کی رہین منت تہی، اس زمانہ مین دنیا کی کسی سلطنت مین سررشتۂ تعلیم نہ تہا، مغلون نے اسکی تلافی اپنی وسیع علمی قدردانیون سے کردی، جہانگیر کی کوششون اور قدردانیون نے ہندوستان کی مصوری کو انتہائے کمال پر پہنچا دیا۔۔۔ خوشنویسی کا شمار فنون لطیفہ مین ہونے لگا، موسیقی کی خاص ترقی ہوئی"۔

کتبات پیکولی کی تاریخی و لسانی اہمیت

آثار قدیمہ کی مختلف چیزین تاریخ کے لئے بہت کچھ مفید ہین، پرانے سکّے، قدیم عمارات، شکستہ کھنڈر، مرسوم کتبے، بوسیدہ کتابین، اور عہد ماضی کی باقی ماندہ اشیاء، ایک طالب علم تاریخ کے لئے بہت کچھ اہمیت رکہتی ہین اُن سے اُس عہد کی زبان، فنِ تعمیرات، طرزِ معاشرت، تاریخ، سلاطین، اور حالاتِ عامہ پر کافی روشنی پڑتی ہے، اور یہی سبب ہے کہ مورخین نے جس دن سے کہ اسکی اہمیت محسوس کی ہے اسکو ایک مستقل فن بنا کر دنیا کے ایک ایک چپّہ کو چہان ڈالا ہے، اور ہمارے سامنے بیشمار تاریخی خزانون کا انبار لگا دیا ہے، اسی سلسلہ مین ایرانی سرحد کے ایک مقام پیکولی کے حالات بھی یقیناً دلچسپ ہونگے۔

یہ مقام ترکی، ایرانی سرحد پر کردستان مین واقع ہے، سب سے پہلے ایچ، سی، رالنسن نے جو مشرق قریب کے مشہور سیاح ہین، ۱۸۴۳ء مین اسکا پتہ لگایا، یہان ایک بلند مینار رہا تہا جو اب بہت کچھ زمانہ کے ہاتھون تباہ و برباد ہوچکا ہے، اسپر دو مختلف زبانون مین دو طویل کتبے ہین، ایک پارتہین عہد کا پہلوی مین اور دوسرا ساسانی دور کا، جب سے اس مینار کا پتہ چلا ہے، ماہران آثار نے اسکی طرف کامل توجہ مبذول کردی ہے، چنانچہ سر ہنری نے وہان جاکر کتبون کے مختلف ۳۲ اجزاء کے فوٹو لئے، اور ۱۸۶۸ء مین اڈورڈ ٹامسن نے انکو زند، و عبرانی دونون خطون مین شائع کیا تاکہ اُن کے ترجمے ہوسکین، لیکن افریقہ کے دو مستند عالمون، ایم، ہاگ اور نولدکی نے انکے متعلق جو فیصلہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ مسٹر رالنسن کی دریافت کردہ کتبون ڈراے اعظم کی طرح یہ بھی ایک ناقابل حل شے ہے۔

۱۹۱۱ء اور ۱۳ء مین ان ارنسٹ ہرزفیلڈ نے ہمت کرکے پہر ایک مرتبہ تمام مواد کو جمع کرنے کی

کوشش کی اور اس مینار کے مختلف مقامات کی سو تصویرین لین، اور اس سے زاید کوئی اور چیز وہان موجود بھی نہین ہے "

یہ عجیب وغریب اور اہم کتبہ جو ابتداے عہد ساسانی کا ایک بیش بہا ورق ہے، اس خاندان کے ساتوین بادشاہ نرسیہ (سنہ ۲۹۳-۳۰۲ء) کے عہد مین مرسوم ہوا تھا اور آیمن پارتھین زبان مین ذیل کے الفاظ مین :-

𐭋𐭉𐭓𐭕𐭉𐭉 ... (Parthian inscription)

" اسطرح دیوتاؤن نے ساسانی خاندان کو حکومت اور سلطنت اور ...... دی "۔ ان الفاظ سے بناے حکومت کا پتہ چلتا ہی، مختلف بادشاہون اور والیون کے نام ہماری دلچسپی مین اضافہ کرتے ہین، ایک طرف اسمین ممالک خوارزم، سیستان، مکران، اور بعض حصص ہند کا تذکرہ ہے، اور دوسری طرف قیصر روم، شاہ آرمینیا، اور دوسرے مغربی فرمانرواؤن کے نام ہین، چونکہ اسوقت تک ایران کی قدیم تاریخ کا سرمایہ دنیاے علم کے ہاتھون مین بہت کم ہی اسلئے پیکولی کی دریافت ایران کی تاریخ کیلئے ایک اہم ترین اضافہ ہے۔ علم السنہ کے اعتبار سے بھی یہ کتبے کچھ کم اہمیت نہین رکھتے، اسوقت تک ہمارے پاس بعض ساسانی حکمرانون کے نام چند غیر مربوط واقعے اور اصطخر کے قریب حاجی آباد کے نامکمل کتبون کے سوا پارتھین پہلوی کا کچھ بھی موجود نہین ہی، پیکولی کے کتبے مین متعلقہ عہد کی پارتھین زبان کے تقریباً (۸۰۰) الفاظ ہین، اسی طرح ساسانی پہلوی کے بھی اس سے زیادہ کچھ الفاظ ہمارے پاس ہین، اور یہ چونکہ علی حالہ قائم ہین اسلئے نقل در نقل کی تبدیلی و تغیر سے محفوظ و مامون ہین اور درحقیقت ان کتبون کی اشاعت جہان ایک طرف جغرافی و اثری توجہ کو اپنی جانب منعطف کریگی تو دوسری طرف لسانی و ادبی دنیا مین بھی بہت کچھ شوق اور دلچسپی پیدا کریگی۔

وان رنسٹ ہرزفیلڈ صاحب اب اپنی تمام کوششون کو علمی دنیا کے سامنے پیش کرنے والے ہین چنانچہ "انکی تحقیقات مع سو کتبات اور مختلف تصاویر کے جرمنی مین زیر طبع ہی، ۲۰ پونڈ یعنی ۳۰۰ روپئے اسکی قیمت ہوگی۔

اخبار علمیہ

گذشتہ دس سال کے عرصہ مین انگلستان مین جسقدر کتابین شایع ہوئین انکی سنہ وار تعداد حسب ذیل ہے:

سنہ	کتب جدید	مطبوعات قدیم کے جدید ایڈیشن	میزان
سنہ ۱۹۱۲ء	۹۱۹۷	۲۸۷۰	۱۲۰۶۷
سنہ ۱۹۱۳ء	۹۵۴۱	۲۸۳۸	۱۲۳۷۹
سنہ ۱۹۱۴ء	۸۸۶۳	۲۶۷۴	۱۱۵۳۷
سنہ ۱۹۱۵ء	۸۴۹۹	۲۱۶۶	۱۰۶۶۵
سنہ ۱۹۱۶ء	۷۵۳۷	۱۶۱۲	۹۱۴۹
سنہ ۱۹۱۷ء	۶۶۰۶	۱۵۲۵	۸۱۳۱
سنہ ۱۹۱۸ء	۶۷۵۰	۹۶۶	۷۷۱۶
سنہ ۱۹۱۹ء	۷۳۲۷	۱۲۹۵	۸۶۲۲
سنہ ۱۹۲۰ء	۸۷۳۸	۲۲۶۶	۱۱۰۰۴
سنہ ۱۹۲۱ء	۸۷۵۷	۲۲۶۹	۱۱۰۲۶

(ٹائمز لٹریری سپلیمنٹ)

سنہ ۱۹۲۱ء کی مطبوعات انگلستان کی فن وار تقسیم نقشۂ ذیل سے ظاہر ہوگی :-

نام فن	کتب مستقل	تراجم	رسالہ اور پمفلٹ
فلسفہ	۲۰۵	۱۸	۱۰
مذہب	۵۶۳	۳۶	۶۹
اجتماعیات	۵۳۶	۱۵	۲۲۰
قانون	۱۳۱	۳	۵۹
تعلیم	۱۴۳	۱	۶۶
فن حرب و متعلقات	۲۲۹	۲	۵۵
لسانیات	۱۲۷	۱	۶
سائنس	۴۴۷	۱۲	۶۳
صنائع	۴۵۰	۷	۱۷۱
طبیات	۲۶۹	۷	۵۶
زراعت و باغبانی	۱۲۷	۱	۵۸
تدبیرِ منزل	۴۷	—	۲
کاروبار و تجارت	۱۲۵	—	۳۰
فنون لطیفہ	۲۱۹	۲	۱۷
موسیقی	۵۳	۷	۵
سیر و شکار، کھیل کود	۱۱۲	۱	۱۰
ادب	۲۹۲	۱۲	۱۹
ڈراما اور نظم	۳۸۵	۲۵	۸۱

نام فن	کتب مستقل	تراجم	رسالہ اور پمفلٹ
افسانہ	۹۶۷	۵۱	۴
کتب برائے اطفال	۴۸۳	۷	۵۰
تاریخ	۳۸۸	۱۶	۳۶
سیاحت نامہ	۳۹۲	۱۱	۶۴
جغرافیہ	۱۰۶	۰	۷
سوانح عمری	۳۰۳	۲۶	۱۵
کتب جوامع (حوالہ جات وغیرہ)	۱۹۰	—	—
میزان	۷۳۱۹	۳۶۵	۱۱۷۳

میزان کل بابت سنہ ۱۹۲۱ ۸۸۵۷

سنہ ۱۹۲۰ ۸۷۳۸

(ایضاً)

موسیو بیلن. ایک فرنچ سائنٹسٹ نے حال مین ایک ایسی ایجاد کی ہے، جسکی بنا پر ہزارون میل کے فاصلہ سے انسان کا دستخط کردینا ممکن ہوگا، یہ ایک قسم کی تحریری لاسلکی (بے تار کی تار برقی) ہے، جسکے ذریعہ سے یہ بالکل ممکن ہوگا کہ ایک شخص بمبئی مین بیٹھا ہوا لندن، پیرس، یا نیویارک مین چک پر دستخط کردے، مسیو بیلن نے اس لاسلکی تحریر کے ابتدائی تجربات چندسو کیلومیٹر کے درمیانی فاصلہ تک محدود رکھے، اسکے بعد انھین بورڈو و پیرس کے درمیانی فاصلہ تک وسعت دینا چاہی، امریکہ کا محکمۂ لاسلکی اس تجربہ کی کامیابی کا منکر تھا، اسلئے اسکی اجازت دینے مین بہت روز تک لیت ولعل کرتا رہا، لیکن بالآخر اس نے اجازت دی، اور پیرس و نیویارک کے درمیان تحریری لاسلکی کا تجربہ کامیاب ثابت ہوا۔

(انڈین ریویو)

ایک دیو ہیکل دُوربین، جو اپنی جسامت و ضخامت کے لحاظ سے اپنا نظیر نہین رکھتی، حال مین کالیفورنیا (امریکہ) کی رصدگاہ مونٹ ولسن مین نصب کیگئی ہے، یہ رصدگاہ زمین سے ۵۷۰۰ فٹ کی بلندی پر ہے، دُوربین کا قطر ۱۰۰ فٹ کا ہے، اُسکے آئینہ کی دبازت ۱۳ انچ کی، اور وزن ۴½ ٹن (۱۲۲ من) کا ہے! اسکے رخ کو گردش دینے کے لئے ۳۵ برقی موٹرون کی ضرورت ہوتی ہے اُسکے بعض پرزون کا وزن ۱۰۰ ٹن (۲۷۰۰ من) کا ہے، ابتک دنیا مین سب سے بڑی دُوربین ۶۰ انچ کے قطر کی تھی، یہ ۱۰۰ انچ کے قطر کی ہے، توقع ہے کہ اسکی مدد سے ان دُور دراز سیارون اور ستارون کی تصویرین لی جاسکینگی جو ابتک دوسری دُوربینون کی رسائی سے باہر تھے۔ (//)

ڈاکٹر چارلس پیبسٹ نے اپنا مشاہدہ یہ شائع کیا ہے کہ گنج ہونے کا مرض بمقابلہ گوشت خورون کے نباتات خورون مین کم ہوتا ہے، اسکا خارجی علاج یہ ہے کہ سر کو ہر تیسرے ہفتہ صابون اور پانی سے دھویا جائے اور سر کی چپتی روزانہ ہلکے ہلکے ہاتھون سے کیجائے۔ (//)

جدید تحقیقات سے معلوم ہوا کہ فکر و پریشانی کی حالت مین انسان جو آہ سرد بھرتا ہے اسکا سبب یہ ہے کہ انسان پر جب کوئی فکر و تشویش طاری ہوتی ہے تو چند سکنڈ کے لئے پھیپھڑے کی حرکت معطل ہو جاتی ہے، اسکے بعد آکسیجن کی خواہش معاً بہت زور سے ہونے لگتی ہے اور انسان گہری سانس لینے لگتا ہے۔

(//)

سہ ماہی مختتمہ ۳۱- دسمبر ۲۱ء مین ایسٹ انڈیا ایسوسی ایشن (لندن) کے حسب معمول تین ماہانہ جلسے ہوئے، پہلا جلسہ ۲۴- اکتوبر کو ہوا، اس روز عنوان یہ تھا "ہندوستان مین مریضانِ جذام کا مسئلہ اور اسکا علاج" ڈاکٹر ادلڈ ریو نے جو سالہا سال سے ہندوستان مین جذامی مشن کا کام کررہے ہین اور اس باب مین ایک ماہر فن کی حیثیت رکھتے ہین، ایک مبسوط و محققانہ مضمون اس عنوان پر پڑھا اور متعدد حاضرین جلسہ نے مباحثہ مین شرکت کی، دوسرا جلسہ ۲۱- نومبر کو "ہندوستان مین انگریزی بچہ" کے عنوان پر بحث کرنے کے لئے ہوا، ریورنڈ ٹینگ اسبنڈ نے مضمون پڑھا جو تمامتر اینگلو انڈین مذاق کا تھا چند اینگلو انڈین اصحاب نے بھی تقریرین کین، تیسرا جلسہ ۱۳- دسمبر کو منعقد ہوا، "ہندوستان مین مسئلہ مسکرات" پر ڈاکٹر جان پولن نے مضمون پڑھا، اور بعد کو حسب معمول بحث و مباحثہ رہا۔

(ایشیاٹک ریویو)

سندھ کے مشہور صوفی شاہ عبداللطیف کے حالات و کرامات پر انڈیا سوسائٹی عنقریب ایک کتاب انگریزی مین شائع کیا چاہتی ہے، جسکے مصنف مسٹر ایم، ایم گدوانی ایم۔ اے پروفیسر الفنسٹن کالج بمبئی ہین،

۲۱ء کی آخری سہ ماہی مین سر جان لنگ کے، سی، آئی، ای نے اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز (دار الفنون شرقی) کے سامنے ہند و مسائل ہند کے متعلق دس لکچر دیئے، جسکے عنوانات حسب ذیل ہین:

(۱) عام جغرافی و سیاسی خاکہ،

(۲) نسلی و معاشری تفریقات،

(۳) زرعی و اقتصادی ترقیان،

(۴) صنائع و تجارت،

(۵) تعلیمی پالیسی،

(۶) قانون و امن،

(۷) دیہاتی خانگی زندگی،

(۸) مذاہب اور فرقہ،

(۹) ہندوستان مغربی سیاحون اور مصنفون کی نظر مین،

(۱۰) نظم ونسق، ماضی، موجودہ اور مستقبل،

(ر ر)

ہندوستان کی اورینٹیل کانفرنس، جسکا پہلا اجلاس ۱۹۱۹ء مین بمقام پونہ منعقد ہوا تھا اور جسکی مختصر روداد اسی زمانہ مین معارف مین شائع ہوئی تھی، اسکا دوسرا اجلاس ۲۸-جنوری ۲۲ء کو کلکتہ مین یونیورسٹی کی جانب سے سینٹ ہاؤس مین منعقد ہوا، صدر مجلس مشہور فرنچ مستشرق پروفیسر سلون لیوی تھے، جنکی بابت کہا جاتا ہے کہ بہ لحاظ سنسکرت دانی دنیا مین اپنا نظیر نہین رکھتے اور جو کچھ عرصہ سے ہندوستان مین ڈاکٹر ٹیگور کے مہمان ہین، آغاز کار کانفرنس کے سرپرست لارڈ رونالڈشے گورنر بنگال کی تقریر سے ہوا، پھر سر آسوتوش مکرجی، وائس چانسلر کلکتہ یونیورسٹی نے استقبالی کمیٹی کے صدر کی حیثیت سے تقریر کی، اسکے بعد فاضل صدر نے اپنا محققانہ خطبۂ صدارت ارشاد فرمایا جو قدرتاً زیادہ تر سنسکرت ادب کے مسائل سے متعلق تھا (اور اسلئے اسکا ترجمہ ناظرین معارف کے لئے دلچسپ نہین ہوسکتا۔)

(کلکتہ ریویو)

اسکے بعد کانفرنس مختلف شعبون پر منقسم ہوگئی، اور ہر شعبہ کا علحدہ صدر منتخب ہوا، ان شعبون اور ان کے صدر نشین حضرات کے نام حسب ذیل ہین:-

نام شعبہ	صدر نشین
(۱) وید و متعلقات وید	ڈاکٹر بلوالکر ایم، اے، پی، ایچ ڈی،
(۲) ایرانیات	شمس العلماء ڈاکٹر جیونجی جمشید جی مودی
(۳) بودھ مذہب	ریورنڈ اناگاریکا دہاپال،
(۴) لسانیات	ڈاکٹر تاراپوروالا بی، اے، پی، ایچ ڈی،
(۵) سنسکرت و پراکرت	مہامہو پادھیا ہر پرشاد شاستری
(۶) فارسی و عربی	لفٹننٹ کرنل ڈاکٹر رنکین، ایم، اے، ایم، ڈی،
(۷) فلسفہ و الٰہیات	شاستری کپو سوامی،
(۸) تاریخ ملکی و علم السنین	راؤ بہادر ٹراسمہا چار، ایم، اے،
(۹) تاریخ مذہبی و معاشرتی	ڈاکٹر شاما شاستری، بی، اے، پی، ایچ ڈی،
(۱۰) جغرافیۂ قدیم	کے، بی، جیسوال، ایم، اے،
(۱۱) اثریات	راؤ بہادر کرشن شاستری،
(۱۲) سائنس (علوم حکمیہ)	راؤ بہادر جوگیش چندر رائے،
(۱۳) علم الاقوام	راؤ بہادر انفنت کرشن آیر،

(ایضاً)

لندن کے دار الفنون مشرقی (اسکول آف اورینٹیل اسٹڈیز) نے پچھلی جنوری مین اپنی زندگی کے پانچ سال پورے کئے، جن مقاصد و توقعات کے ساتھ اسکا افتتاح ہوا تھا، ماہرین فن کے نزدیک وہ ایک ایک کرکے پورے ہو رہے ہین، اسوقت مشرق کی چالیس زبانون کا درس اس مدرسہ مین دیا جاتا ہے اسکے اعلیٰ افسر سر ڈینس راس ہین، جو فارسی زبان کے پروفیسر بھی ہین، عربی کے پروفیسر ڈاکٹر آرنلڈ مصنف "دعوت اسلام" ہین، ڈاکٹر بارنیٹ قدیم ہند تاریخ کے لکچرر ہین، ایک جدید پروفیسر شپ

اس نام سے کھلی ہے، "انگریزی مقبوضات ایشیا، خصوصاً ہندوستان کی تاریخ و تمدن" اس جگہ پر مسٹر ڈاؤڈویل کا تقرر ہوا ہے جو معاملات ہند کے محقق تسلیم کئے جاتے ہین،

(ٹائمز ایجوکیشنل سپلیمنٹ)

طلبہ کی سال بسال تعداد حسب ذیل رہی:-

سنہ	تعداد
سنہ ۱۷ (سال آغاز)	۱۲۵
سنہ ۱۸-۱۷	۲۱۴
سنہ ۱۹-۱۸	۳۶۲
سنہ ۲۰-۱۹	۵۳۹
سنہ ۲۱-۲۰	۴۱۲

موجودہ طلبہ مین، شعبۂ السنۂ شرقیہ مین سب سے بڑی تعداد عربی زبان لینے والون کی ہے، اور اُسکے بعد اُردو والون کی، مختلف زبانون کے لینے والے طلبہ تعداد ذیل مین ہین:-

زبان	تعداد
عربی	۶۴
اردو	۵۵
چینی	۴۲
فارسی	۳۰

آیندہ سال سے سنسکرت زبان کے لئے بھی ایک پروفیسر مقرر ہوگا۔

(ایضاً)

آثار علمیہ و ادبیہ

خطاب التهنئة و الشكر

من

الجمعيّة الإسلاميّة بكمبرج

إلى جناب الأستاذ الأجلّ ادوارد برون

أستاذ اللغة العربيّة بجامعة كمبرج بمناسبة بلوغه الستّين من عمره

أيها الأستاذ الأجلّ!

إنّ خدماتكم الجليلة فى نشر آداب الأمم الإسلاميّة و البحث فى غامض علومها و ما قدّمتموه من الجدّ المتواصل لإحياء اللغة العربيّة فى هذه الجامعة ترك أثرًا باقيًا و ذكرًا خالدًا فى أنحاء بلاد المسلمين و نفوس أفرادها لدرجة يعجز البيان عن وصفها، فلذلك تنتهز الجمعيّة الإسلاميّة بكمبرج فرصة عيد ميلادكم السّعيد لتقدم لكم تهانيها القلبيّة و شكرها الزائد مبتهلة إلى المولى العلىّ القدير أن يعيد من أمثال هذا العيد عليكم بالعزّ و الرّفاهية و الهناء و السّلام

٩ جمادى الأخرى سنة ١٣٤٠
الموافق ٧ فبراير سنة ١٩٢٢

من أصدقائكم المخلصين
اعضاء الجمعيّة الإسلاميّة
بكمبرج

ادبیات

محسوساتِ جوش

کین اختیار کیسی اب سالکون نے راہین   دل پر نظر نہین ہی، جیبون پہ ہین نگاہین
تعلیم دی جنون نے رندون کو بانکپن کی   رستہ ملا جو سیدھا، کج ہو گئین کلاہین

عشق سے مست ہون، مجھے ساغرِ ہوش سے غرض   نرگسِ سیاہ چشم کو سرمہ فروش سے غرض
آپکو حسِ خیر و شر، آپ مین حبِّ مال و زر   آپ جنون سے بےخبر، آپکو جوش سے غرض!

عقل و خرد سے ارتباط، روح کو وجہِ ننگ ہی   پائے جنون اُدہر نہ جا دشتِ شعور تنگ ہی
فرق ہے حسن و عشق کا، عکس ہے ہمپر ایک ہی   تیری جبین کی خستگی، اُنکی جبین کا رنگ ہی

تیرے ہر ایک عہد پر جشن منائے شاد ہو   تجھسے بہانہ ساز کو، مجھسا خوش اعتقاد ہو
ہمسے وفا پرست اگر کارِ جنون کو چھوڑ دین   اہلِ خرد کے درمیان جوش! بڑا فساد ہو

دل کہ قریبِ مرگ ہے، محشرِ سوز و ساز ہو   زلف بدوش اِدہر بھی آ، عمر تری دراز ہو
کتنی کرشمہ ساز ہین حسن کی بے نیازیان   تابشِ تاجِ خسروی، خاکِ درِ ایاز ہو

دل مین تو کیون خلیل کے ذکر سے ارتعاش ہو   مطلعِ مہر دلبری خانۂ بت تراش ہو

کون سنائے جا کے آہ، حال یہ بزمِ یار مین   کب سے پڑا ہوا ہے جوش دوزخِ انتظار مین

دل سے گداز کھینچکر تیری نظر مین لائے کیون   جسکو خیال راز ہو، ناز سے مسکرائے کیون

ذرّون مین دوڑ جائے، پردۂ دل جلا تو دو   دیکھنا رقص پھر مرا، پہلے نقاب اُٹھا تو دو
میرے مکان مین تم مکین، مین ہون مکان سے بیخبر   ڈھونڈھ ہی لونگا مین تمہین، مجھکو مرا پتا تو دو
تم کو غرورِ ناز ہے، تم ہو تغافل آشنا،   اچھا اگر یہ بات ہے، دل سے مجھے بھلا تو دو

قندِ پارسی

مولانا حمید الدین صاحب بی اے

ذرّۂ عشقی جہانے عقل را غارتگر است   پنبہ گر صد تودہ باشد آفتش یک اخگر است
جز سیہ کاری نباشد عشق با تردامنی   کاتش انگیزد سراسر دود گر ہیزم تر است
ہر دلی کا باد شد بے داغ عشقی کے بود   خانہ کاباد ان بود بہرش چراغے درخور است
عقل و دانش عاشقان را خوش کشد در دامِ عشق   کہ کمندِ گردنِ پروانہ خود بال و پر است

مطبوعاتِ جدیدہ

آثار السنن، مولانا محمد بن علی شوق نیموی عظیم آبادی مرحوم ہمارے ان علماے متاخرین میں تھے
جنمین علماے متقدمین کے کارنامون کی جھلک پائی جاتی تھی، مولانا مرحوم غالی حنفی تھے، ان کا خیال تھا کہ
چونکہ علماے احناف نے فقہ کے باعتبار حدیث کی طرف کم توجہ کی، اسلئے عام حدیث خوانون کو حنفی مسائل
زیادہ تر حدیث کے مخالف معلوم ہوتے ہین، اسی ضرورت کو پیش نظر رکھکر وہ آثار السنن کے
نام سے کئی جلدون مین ایک مجموعۂ حدیث مرتب کرنا چاہتے تھے جس سے حنفی مسائل کی صحت اور
آثار و سنن سے ان کا ماخذ معلوم ہو، مرحوم اس مجموعہ کے صرف دو حصے مرتب کر سکے تھے کہ وفات پائی
یہ مجموعہ متعدد حیثیات سے قابل قدر ہے، فقہی ابواب پر اسکی ترتیب ہے، اور حنفی مسائل کی موید حدیثین
ان مین درج ہین، جا بجا احادیث پر نقد بھی ہے، اور فقہاء و محدثین کے مذاہب بھی بتلائے ہین، قیمت
لکھی نہین، غالباً ڈیڑھ دو روپیہ ہوگی پتہ: رحمانیہ پریس مونگیر،

ضمان الفردوس، مولانا مفتی عنایت احمد صاحب مرحوم جو ۱۸۵۷ء کے ان علماء مین تھے
جنھون نے حق و صداقت کی خاطر حبس دوام کی سزا برداشت کی، اور اس عالم مین بھی ان کا قلم علم کی
خدمت کے لئے آزاد اور بیباک رہا، اردو مین تاریخ حبیب الٰہ انکی مشہور کتاب ہے، یہ رسالہ بھی انہی کی
تصنیف ہے، جسمین حفظ لسان، اور پاکدامنی کے متعلق احادیث جمع کی گئی ہین مفتی صاحب کا نام رسالہ
کی جامعیت اور استناد کے لئے کافی ہے، قیمت ۵/

احکامِ موتیٰ: مولوی سید شاہ غنیمت حسین صاحب نے اس رسالہ مین مردون کی تجہیز و تکفین
کے متعلق ہر قسم کے معلومات کتب فقہ سے فراہم کردئیے ہین، قیمت ۴/ دونون رسالے رحمانیہ پریس مونگیر سے طلب کیجئے

مختصر تاریخ اسلامی: شیخ محی الدین خیاط مصری نے اسکولون مین تعلیم کے لئے تاریخ اسلام کا
ایک سلسلہ لکھا تھا جو بچون کے لئے نہایت مفید ہے، ہم مدت سے اسکے ترجمہ کی ضرورت محسوس
کررہے تھے، خوشی کی بات ہے کہ مولوی خلیل الرحمان صاحب لاہور نے اس کام کو خوش اسلوبی کے
ساتھ انجام دیا، اور ان کتابون کا سہل سلیس، اور عام فہم ترجمہ کسیقدر حذف و اضافہ کے ساتھ کردیا ہے،
یہ سلسلہ چار حصون مین منقسم ہے جو بہ ترتیب ذیل ہین:-
حصۂ اول عہد نبوت ۸/، دوم خلافت راشدہ ۹/، حصہ سوم بنو امیہ ۱۰/، حصہ چہارم
عباسیہ ۳/،
ہمکو امید ہے کہ قومی اسکولون مین یہ سلسلہ رواج پائیگا، پتہ: عبدالرشید اینڈ برادرس دار الکتب لاہور،

نئی زبان: انجمن ترقیٔ اردو نے وضع اصطلاحات کا جو اہم کام اپنے ذمہ لیا تھا اسکا ایک
نمونہ رسالہ اردو کے ذریعہ سے نگاہون کے سامنے آچکا ہے، یعنی اسکے دو نمبرون مین فزکس وغیرہ کے
اصطلاحات شائع ہوچکے ہین، جناب محمد سراج الدین صاحب طالب نے اس مختصر رسالہ مین اُن پر
نکتہ چینی کی ہے، پتہ: پرانی حویلی حیدر آباد دکن، نمبر مکان ۴۴۴۴،

ہمایون: آنریبل جسٹس میان محمد شاہدین مرحوم کی یادگار ہین اُن کے لائق صاحبزادہ میان
بشیر احمد صاحب بیرسٹرایٹ لانے یہ ادبی رسالہ لاہور سے جاری کیا ہے، مولوی تاجور صاحب فاضل دیوبند
بھی شریک تحریر ہین، اسوقت تک اسکے دو نمبر نکل چکے ہین، کوشش کیگئی ہے کہ رسالہ مذاق اعلیٰ کو تسلی دیسکے،
پنجاب کے بعض قدیم اہل قلم جو مخزن کے بعد کچھ افسردہ سے ہوگئے تھے، اسکے صفحات مین کروٹین بدلتے ہوئے
معلوم ہوتے ہین، کاغذ، لکھائی، چھپائی عمدہ ہے، مضامین بھی خاصے ہوتے ہین، لیکن فرائض ادارت کی
مجبوریان بعض اوقات معیار سے کمتر مضامین کی اشاعت کا باعث بھی ہوجاتی ہین، ملک ہند کے
وزیر تعلیم میان محمد شفیع صاحب کے قلم سے دو صفحہ کا ایک مضمون تعلیم پر نکلا ہے، ہمکو ہندوستان کے

ایک اعلیٰ ترین ماہر تعلیم سے جس بلندی پایہ کی توقع ہوسکتی تھی اُسکو چھوڑکر ایک معمولی مضمون نگار کی حیثیت سے بھی افسوس ہے کہ ہم اس دوصفحہ مضمون کی کوئی داد نہین دیسکتے،

ہمایون کے لئے ایک فال ہمایون یہ ہے کہ اس نے بعض امرا، اور اعلیٰ عہدہ داران سلطنت کو بھی اپنی طرف ملتفت کیا ہے جو ملک کے علمی کامون کی طرف شاید ہی کبھی متوجہ ہوتے ہین، قیمت عہ (۸) سزنگ روڈ، لاہور۔

نگار: اس نام کا ایک علمی اور ادبی رسالہ صوری اور معنوی خوبیون کے ساتھ جناب مولوی نیاز فتحپوری کی ایڈیٹری مین آگرہ سے نکلنا شروع ہوا ہے، جناب نیاز ایک کہنہ مشق انشا پرداز ہین اسلئے اُنکی ادارت مین ایسے رسالہ کا شایع ہونا اسکی خوبی کی ضمانت ہے، نیاز صاحب کے معاون جناب مخمور (بی، اے) اکبرآبادی ہین، مضامین نظم ونثر لطیف اور دلچسپ ہین، یہ کوشش کی ہے کہ سائنس، ادب، اور لطائف وفکاہات سب یکجا کردیئے جائین، جناب نیاز کی خدمت مین کیا یہ پیشگی گذارش مناسب ہوگی کہ وہ اُسکو نقاد بنانے کی کوشش نہ کرینگے، ضخامت ۸۰ صفحات، تقطیع بڑی، قیمت صہ ر، پتہ: نگار، آگرہ،

جہان آرا بیگم: تیموری خواتین مین جہان آرا بیگم خوش قسمت ہے کہ اردو مین اسکی دو مستند اور سنجیدہ سوانح عمریان لکھی گئی ہین، اس سے پہلے مولوی محبوب الرحمٰن صاحب کلیم بی، اے اسکی ایک سوانح عمری لکھ چکے ہین اب جناب ضیاء الدین احمد صاحب برنی بی، اے نے اُسکی دوسری سوانح عمری لکھی ہے، پہلے مین زیادہ تر یورپین اہل قلم کی تنقید ہے اور اسمین علمی پہلو زیادہ نمایان ہے، فارسی کی اصل تاریخون کی عبارتین نقل کیگئی ہین، جہان آرا کی تصنیف مونس الارواح کی ایک سطلا صفحہ (موجودہ دار المصنفین) اور بیگم کی مہر کے فوٹو بھی اسمین دیئے گئے ہین، یہ مہر اس وقت مہاراشٹر کے ایک ہندو رئیس کے قبضہ مین ہے، آخر مین بیگم کے فرامین اور بعض نادر سیاسی مراسلات بھی درج کئے گئے ہین، کتاب مستند اور معلومات اور سنجیدہ ہے، امید ہے کہ اہل ملک اسکی قدر کرینگے، قیمت ۸ ر، پتہ: عبد التقدیر دالاخوان تاجران کتب، دہلی۔

مجلد نہم | ماہ شعبان ۱۳۴۰ھ مطابق اپریل ۱۹۲۲ء | عدد چہارم

مضامین